ماہنامہ

خالد

ربوہ

اخاء ۱۳۴۸ ہش - اکتوبر ۱۹۶۹ء

ایڈیٹر : محمد اسلم شاد منگلا

وہدری ریاض احمد صاحب
ائد ضلع سرگودھا حضرت
میر المومنین خلیفۃ المسیح
الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ سے
ادت ضلع سرگودھا کے سال
۴۔۱۳۴۶ہش/۶۸-۱۹۶۷
ں اول آنے پر انعام حاصل
ر رہے ہیں۔

عبدالمومن صاحب
محمود ناظم
صنعت و تجارت
مجلس
خدام الاحمدیہ
ڈرگ روڈ
حضرت
خلیفۃ المسیح
الثالث ایدہ اللہ
کو شعبہ
و تجارت کے
تیار شدہ
اگربتی سٹینڈ
پیش کر رہے ہیں
درمیان
چوہدری
احمد مختار صاحب
امیر جماعت احمدیہ
کراچی
کھڑے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

(المصلح الموعودؓ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

Digitized By Khilafat Library Rabwah

ماہنامہ ربوہ

خالد

جلد ۱۵ شمارہ ۱۰

رجب المرجب ۱۳۸۹ھ اخاء ۱۳۴۸ ہش

اکتوبر ۱۹۶۹ء

مدیر اعلیٰ:- محمد اسلم شاد منگلا

مدیران:- حمید علی ظفر۔ منور احمد انیس

نائبین:- منصور احمد خالد۔ عبد الکریم خالد

قیمت سالانہ چھ روپے ✿ قیمت فی پرچہ ۶۰ پیسے

ترتیب

اداریہ

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اور ہمارا فرض

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۙ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۚ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۚ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۗ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۪ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝

سیدنا حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ مطبوعہ روزنامہ الفضل یکم اخاء (اکتوبر) میں فرمایا ہے۔

"میرے دل میں یہ خواہش شدت سے پیدا کی گئی ہے کہ قرآن کریم کی سورۃ بقرہ کی ابتدائی سترہ آیتیں جن کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے ہر احمدی کو یاد ہونی چاہئیں اور ان کے معانی بھی آنے چاہئیں اور جس حد تک ممکن ہو ان کی تفسیر بھی آنی چاہیئے اور پھر ہمیشہ دماغ میں مستحضر بھی رہنی چاہیئے۔"

پھر آپ نے ساری جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ "امید ہے کہ آپ میری روح کی گہرائی سے پیدا ہونے والے اس مطالبہ پر لبیک کہتے ہوئے ان آیات کو زبانی یاد کرنے کا اہتمام کریں گے چھوٹے بڑے سب ان سترہ آیات کو ازبر کر لیں گے۔"

پس حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بعد ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے پیارے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جلد از جلد قرآن کریم کی یہ سترہ آیات ازبر کر لیں۔ اور ان کا ترجمہ اور تشریح بھی سیکھ لیں۔ تا حضور کی روح کی گہرائی سے نکلے ہوئے اس مطالبہ کے پورا کرنے سے ہمارا خدا ہم سے راضی ہو جائے اور ہم خلافت کی برکات سے مستفیض ہو جائیں۔

قَالَ اللّٰہ

معارف القرآن

بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○

ترجمہ:۔ ہاں جو بھی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور وہ نیک کام کرنے والا ہو تو اس کے رب کے ہاں اس کے لئے بدلہ مقرر ہے اور ان کو کسی قسم کا خوف نہ ہوگا۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

تفسیر:۔ یہ آیت سعادت تامہ کی تینوں درجوں (فناء۔ بقاء۔ لقاء) کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مذکورہ بالا آیت کی مختصر تشریح کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

"ہم ابھی بیان کر چکے ہیں اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ کا فقرہ یہ تعلیم کر رہا ہے کہ تمام قویٰ اور اعضاء اور جو کچھ اپنا ہے خدا تعالیٰ کو سونپ دینا چاہیئے۔ اور اس کی راہ میں وقف کر دینا چاہیئے۔ اور یہ وہی کیفیت ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں فنا ہے .... پھر بعد اس کے وَهُوَ مُحْسِنٌ کا فقرہ مرتبہ بقاء کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کیونکہ جب انسان بعد فنائے اکمل و اتم و سلب جذبات نفسانی الٰہی جذبہ اور تحریک سے پھر جنبش میں آیا اور بعد منقطع ہو جانے تمام نفسانی حرکات کے پھر ربانی تحریکوں سے پُر ہو کر حرکت کرنے لگا تو یہ وہ حیات ثانی ہے جس کا نام بقاء رکھنا چاہیئے۔

پھر بعد اس کے یہ فقرات فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ جو اثبات اور ایجاب اجر و نفی و سلب خوف و حزن پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ حالت لقاء کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ جس وقت انسان کے عرفان اور یقین اور توکل اور محبت میں ایسا مرتبہ عالیہ پیدا ہو جائے کہ اس کے خلوص اور ایمان اور وفا کا اجر اس کی نظر میں وہمی اور خیالی اور ظنی نہ رہے بلکہ ایسا یقینی اور قطعی اور مشہود اور مرئی اور محسوس ہو کہ گویا وہ اس کو مل چکا ہے اور خدا تعالیٰ کے وجود پر ایسا یقین ہو جائے کہ گویا اس کو دیکھ رہا ہے۔ اور ہر یک آئندہ کا خوف اس کی نظر سے اُٹھ جاوے۔ اور ہر یک گذشتہ اور موجودہ غم کا نام و نشان نہ رہے .... لقاء کے نام سے موسوم ہے۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۶۳-۶۴)

قَالَ الرَّسُولُ

خدا تعالیٰ کی رحمت کا سایہ کن کیلئے ہے؟

مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ إِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالَى وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ"

(مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل اخفاء الصدقۃ)

ترجمہ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"جس دن اللہ تعالیٰ کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا اس دن اللہ تعالیٰ سات آدمیوں کو اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے گا- اول امام عادل- دوسرے وہ نوجوان جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے جوانی بسر کی- تیسرے وہ آدمی جس کا دل مسجدوں کے ساتھ لگا ہوا ہے- چوتھے وہ دو آدمی جو اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں- اسی پر وہ متحد ہوئے اور اسی کی خاطر وہ ایک دوسرے سے الگ ہوئے- پانچویں وہ پاکباز مرد جس کو خوبصورت اور با اقتدار عورت نے بدی کے لئے بلایا- لیکن اس نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں- چھٹے وہ سخی جس نے اس طرح پوشیدہ طور پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ دیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوئی کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا- ساتویں وہ مخلص جس نے خلوت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا- اور اس کی محبت اور خشیت سے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے"

ملفوظات

ارشاداتِ عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

"یاد رکھو کہ گناہ سے پاک ہونا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ فرشتوں کی سی زندگی بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ دنیا کی بے جا عیاشیوں کو ترک کرنا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ ایک پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لینا اور خدا کی طرف ایک خارق عادت کشش سے کھینچے جانا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ زمین کو چھوڑنا اور آسمان پر چڑھ جانا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں خدا سے پورے طور پر ڈرنا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارنا اور اپنے عمل کو ریاکاری کی ملونی سے پاک کر دینا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں ایسا ہی دنیا کی دولت اور حشمت اور اس کی کیمیا پر لعنت بھیجنا اور بادشاہوں کے قرب سے بے پروا ہو جانا اور صرف خدا کو اپنا ایک خزانہ سمجھنا بجز یقین کے ہرگز ممکن نہیں۔ . . . . کیا تجربہ نے اب تک گواہی نہیں دی۔ کہ بجز یقین کے انسان گناہ سے رُک نہیں سکتا۔ ایک بکری یقین کی حالت میں اس مرغزار میں چر نہیں سکتی۔ جس میں شیر سامنے کھڑا ہے۔ پس جبکہ یقین لا یعقل حیوانات پر بھی اثر ڈالتا ہے اور تم تو انسان ہو۔ اگر کسی دل میں خدا کی ہستی اور اس کی ہیبت اور عظمت اور جبروت کا یقین ہے۔ تو وہ یقین ضرور اُسے گناہ سے بچالے گا۔ اور اگر وہ نہیں بچ سکا تو اس نے یقین نہیں کیا۔ خدا پر یقین لانا اس یقین سے کمتر ہے کہ جو شیر اور سانپ اور زہر کے وجود کا یقین ہوتا ہے۔ سو وہ گناہ جو خدا سے دُور ڈالتا ہے اور جہنمی زندگی پیدا کرتا ہے اس کا اصل سبب عدم یقین ہے۔ کاش میں کسی دف کے ساتھ اس کی منادی کروں کہ گناہ سے چھوڑانا یقین کا کام ہے۔ وہ مذہب کچھ بھی نہیں اور گندہ ہے اور مردار ہے اور ناپاک ہے۔ اور جہنمی ہے اور خود جہنم ہے جو یقین کے چشمہ تک نہیں پہنچا سکتا۔ زندگی کا چشمہ یقین سے ہی نکلتا ہے اور وہ پَر جو آسمان کی طرف اُڑاتے ہیں۔ وہ یقین ہی ہے۔ کوشش کرو کہ اس

خدا کو تم دیکھ لو جس کی طرف تم نے جانا ہے۔ اور وہ مرکب یقین ہے۔ جو تمھیں خدا تک پہنچائے گا۔ .... اے پاکیزگی کے ڈھونڈنے والو! اگر تم چاہتے ہو، کہ پاک دل بن کر زمین پر چلو۔ اور فرشتے تم سے مصافحہ کریں۔ تو تم یقین کی راہوں کو ڈھونڈو۔ اور اگر تمھیں اس منزل تک ابھی رسائی نہیں۔ تو اس شخص کا دامن پکڑو جس نے یقین کی آنکھ سے اپنے خدا کو دیکھ لیا ہے"۔

(نزول المسیح صفحہ ۹۳ تا ۹۹)

ذرا اپنا جائزہ لیجیے

کہ

- ○ کیا آپ دن میں پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرتے ہیں؟
- ○ کیا آپ روزانہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں؟
- ○ کیا حضرت مسیح پاک علیہ السّلام کی کوئی کتاب ان دنوں آپ کے زیر مطالعہ ہے؟
- ○ کیا آپ نے کسی دوست تک احمدیت کا پیغام پہنچایا ہے؟
- ○ کیا آپ نے کسی ضرورت مند کی مدد کر کے خدمتِ خلق کا فریضہ سرانجام دیا ہے؟
- ○ کیا آپ خدام الاحمدیّہ کی مقامی تنظیم سے پوری طرح تعاون کر رہے ہیں؟
- ○ کیا آپ نے اپنے ذمہ واجب الادا تمام چندے ادا کر دیئے ہیں؟

ایک حقیقی خادم کی طرف سے

ان سب سوالوں کا جواب مثبت صورت میں ہونا چاہیئے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو کوشش کریں۔ کہ آپ اپنے آپ کو اس ابتدائی معیار پر لا سکیں۔

یاد رکھیئے کہ آپ خدام الاحمدیہ کی تنظیم کے ایک ممبر ہیں۔ صحیح معنوں میں احمدیّت کے خادم بننے کی کوشش فرمائیں!!

از جناب محترم عبد السلام رضا اختر صاحب ایم۔ اے

انوار و حقائق

عجب عالم میں عالم ہے قضا کا
بشر ہے یا کہ اک جھونکا ہوا کا

نہ کر تکیہ۔ یہ عُمرِ بے وفا ہے
بھروسہ کیا ہے عمرِ بے وفا کا

مَیں ناداں تھا۔ نہ سمجھا یہ حقیقت
کہ غم انجام ہے دل کی نوا کا

جہاں تصویر ہے تشنہ لبی کی
صداقت نام ہے اِک کربلا کا

چلا ہے موجِ طوفاں سے سفینہ
مجھے دھوکا ہُوا تھا ناخُدا کا

جو سچ پوچھو تو اک پستی کا احساس
سبب ہے آدمی کے ارتقاء کا

کبھی وہ پھول بھی دیکھو جہاں پر
گذر ہوتا نہیں بادِ صبا کا

اُسے کیا فکرِ روزِ حشر جس کو
سہارا ہو محمدؐ مُصطفےٰؐ کا

وہ خود تشریف لے آئے ہیں اخترؔ
یہی مقصود تھا میری دُعا کا

صدر محترم کا پیغام خدام کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

میرے نہایت عزیز خدام بھائیو!

السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

بحیثیت صدر مجلس خدام الاحمدیہ رسالہ خالد کے ذریعہ یہ میرا آخری پیغام ہے جو آپ تک پہنچ رہا ہے اور اس اہم موقع پر بہت غور کے بعد میں نے جو امر منتخب کیا ہے وہ صرف یہ ہے کہ "اپنے نیک کاموں کو ادھورا نہ چھوڑیئے"۔

ادھورا کام چھوڑنے والے کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسے کوئی انجینئر کہیں تو ایک عالی شان عمارت کی بنیادیں بنا کر چھوڑ دے۔ کہیں دیواریں چھتوں تک بلند کر کے ترک کر دے اور کہیں ستونوں پر چھت ڈال دے اور نہ دیواریں بنائے نہ کواڑ۔ نہ کھڑکیاں نہ روشندان۔ قوموں اور افراد کی زندگی میں ہمیں نیک کاموں کی بہت سی ایسی عمارتیں نظر آتی ہیں۔ جو اپنی تکمیل سے قبل ہی کھنڈرات میں تبدیل ہو گئیں۔ اور بنی نوع انسان کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں۔

ایسے کام جو ادھورے چھوڑ دیئے جائیں ایک بہت ہی عبرتناک منظر پیش کرتے ہیں اور اس شعر کا مضمون یاد دلاتے ہیں کہ:۔

پھول تو دو دن بہارِ جانفزا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بِن کِھلے مُرجھا گئے

افسوس کہ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں کاموں کو بڑے جوش سے شروع کرنے مگر نامکمل چھوڑ دینے کا رجحان بڑی کثرت سے پایا جاتا ہے۔ اور یہ رجحان قومی زندگی میں بھی اسی طرح نظر آتا ہے جیسے انفرادی زندگی میں۔ لیکن احمدی نوجوانوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ کاموں کو ادھورا چھوڑنے والے بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ کا حقیقی مصداق نہیں بن سکتے۔ مومن کی شان یہ ہے کہ کام کے آغاز ہی سے اس کے نیک انجام پر یقین رکھتا ہے اور اس وقت تک کسی نیک کام کو ترک نہیں کرتا

جب تک وہ نیک انجام تک نہ پہنچ جائے۔

اچھے کاموں کے آغاز تو سبھی کر لیا کرتے ہیں مرد میدان ہونے کے لئے استقامت شرط ہے۔ اور اگر یہ شرط نہ ہو تو ایمان باللہ کو بھی لقاء کے پھل نہیں لگتے۔

آپ نے بحیثیت مجلس بہت سے نیک کام وسیع مہموں کی صورت میں شروع کر رکھے ہیں۔ جن میں سے تین خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔

اوّل:۔ ہر خادم کو اس قابل بنانا کہ وہ عبادتِ الٰہی کو سمجھ کر اور مفہوم کو دل میں اتار کر ادا کرے۔

دوم:۔ ہر خادم پنجوقتہ نماز باجماعت کا عادی ہو۔ اور حقیقی معنوں میں نماز کو قائم کرنے والا بن جائے۔

سوم:۔ اور ہر خادم اسلام کے پیغام کو حکمت کے ساتھ احسن طریق پر دوسروں تک پہنچانے کا اہل ہو اور غلبۂ اسلام کی عظیم الشان جدوجہد میں ٹھوس عملی حصہ لینے والا۔

یہ تینوں کام خصوصیت سے ہماری توجہ کے محتاج ہیں۔ اگر ہم نے انہیں آدھی راہ میں بغیر تکمیل کے چھوڑ دیا تو امت محمدیہ اور روح اسلام کو شدید نقصان پہنچے گا۔ لیکن اگر اس کے برعکس اگر ہم انہیں پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئے اور ہمارے سب نوجوان حقِ عبادت ادا کرنے والے اور پیغام اسلام کو پھیلانے والے خدا تعالیٰ کے مجاہد بندے بن گئے تو یقین جانیں کہ پھر غلبۂ اسلام کو دنیا کی کوئی طاقت روک نہ سکے گی۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت اور استقامت بخشے اور آپ کا کوئی نیک ارادہ عمل میں ڈھلے بغیر نہ رہے۔ اور کوئی نیک عمل تکمیل کے مراحل طے کئے بغیر نہ رکے۔

یہ قافلہ امتِ محمدیہ کا قافلہ اور یہ نوجوان غلامانِ غلامِ احمد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا ہر قدم کامیابی اور کامرانی کی طرف اٹھائے اور ہر صبح نئی بلندیاں ان کے قدم چومیں۔

میرے نہایت ہی عزیز اور قابلِ احترام بھائیو! ہم نے مل کر حسب توفیق خدمتِ احمدیت بجا لانے کی کوشش ہے اور ایک مخصوص تنظیم کے دائرہ میں ہم سفر اور ہم رکاب رہے ہیں۔ اگرچہ خدمتِ اسلام کا دائرہ اس تنظیم کے دائرہ سے وسیع تر ہے اور تا زندگی اس وسیع تر دائرہ سے کوئی مسلمان نکل نہیں سکتا۔ اور خدمت کا ساتھ ایک زندگی بھر کا ساتھ ہے لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ بحیثیت رکن مجلس خدام الاحمدیہ اب میں آپ کا ہمسفر اور رفیق نہیں رہونگا۔ یہ دیرینہ تعلق جو اب ٹوٹنے ہی والا ہے۔ بہت محبت بڑھانے کا موجب بنا ہے اور اس مجلسی رشتہ کا ٹوٹنا لازماً اسی قدر دکھ کا موجب ہوگا۔

میرے حق میں آپ دعا کریں۔ مَیں آپ کے حق میں دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ ہمیشہ آپ کا حافظ و ناصر اور ممد و معاون اور حامی اور رہنما رہے۔ ع

"سر پہ اللہ کا سایہ رہے ناکام نہ ہو"　　　　خدا حافظ!

والسّلام

خاکسار آپ کا خادم بھائی

مرزا طاہر احمدؐ

رپورٹ تربیتی کلاسز مجالس خدّام الاحمدیّہ ضلع سرگودھا

قیادت خدام الاحمدیہ ضلع سرگودھا کے زیر انتظام امسال دس دو روزہ اور چھ یک روزہ تربیتی کلاسز منعقد ہوئیں الحمدللہ علیٰ ذالک۔ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے باوجود ہماری کمزوریوں اور سستیوں کے ہمیں غیر معمولی ہمّت اور توفیق عطا فرمائی۔ ہر کلاس کے آغاز اور اختتام پر خدام اور اطفال کا ایک جائزہ تیار کیا جاتا رہا۔ تا یہ اندازہ کیا جاسکے کہ انہوں نے اس تربیتی کلاس سے کس قدر فائدہ اٹھایا ہے۔

تربیتی کلاسز کے دوران خدام و اطفال کو نماز با ترجمہ۔ مسائل وفاتِ مسیح و صداقت مسیح موعودؑ و امکان نبوّت کے بارہ میں ایک آیت قرآنی اور ایک حدیث اور ایک عقلی دلیل یاد کرائی گئی۔ وقار عمل کے علاوہ اجتماعی کھیلوں میں رسہ کشی فٹ بال اور پیغام رسانی۔ بیت بازی کے مقابلے ہوئے۔ علاوہ ازیں حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جاری شدہ تحریکات۔ تسبیح و تحمید درود شریف۔ استغفار۔ قرآن کریم کی تعلیم وغیرہ کی طرف خاص توجہ دی گئی۔

تربیتی کلاسز میں تہجّد کا اہتمام کیا جاتا رہا۔ اور اسلام کے غلبہ اور حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کی درازئ عمر کے لئے دعائیں مانگی گئیں۔ چک ۴۳ جنوبی کی کلاس میں صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب بھی تشریف لائے اور خدام کو زریں نصائح سے نوازا۔ اور مرکز کی طرف سے مکرم مولوی احمد خاں صاحب نسیم۔ مکرم گیانی واحد حسین صاحب مکرم مولوی محمد حسین صاحب اور مکرم عطاء المجیب صاحب راشد نے ان کلاسز کو کامیاب بنانے میں ہماری خاص مدد کی۔ اور اسی طرح امیر صاحب ضلع سرگودھا مکرم مرزا عبدالحق صاحب اور مکرم مولوی عزیز الرحمٰن صاحب منگلا مربی سلسلہ کا تعاون بھی ہمارے شامل حال رہا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

ان تربیتی کلاسز میں ۳۶۲ خدام اور ۱۸۹ اطفال شامل ہوئے۔ کلاسز کے اختتام پر تحریری اور زبانی طور پر امتحان لیا گیا جس میں ۳۲۸ خدام اور ۱۴۸ اطفال کامیاب ہوئے۔ (قائد ضلع سرگودھا مجلس خدام الاحمدیہ)

شیطان۔ ابلیس اور ملائکہ کی حقیقت

(از حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)

اِبْلِیْس:۔

یہ بَلِسَ اور اَبْلَسَ سے بنا ہے۔ اَبْلَسَ کے معنی ہیں (۱) نیکی کا مادہ کم ہوگیا (۲) ہمت ٹوٹ گئی اور غمگین ہوگیا۔ (۳) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوگیا (۴) حیران رہ گیا اور اسے کوئی راہ کام کی نظر نہ آئی۔ ان معنوں کے رُو سے ابلیس کے معنے ہوئے وہ ہستی جس میں نیکی کا مادہ کم ہوگیا اور بدی کی طاقتیں زیادہ ہوگئیں جس کی ہمت ٹوٹ گئی اور ناکامی کے غم نے اسے دبا لیا۔ جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوگیا جس نے اپنے مقاصد کے پانے کے لئے کوئی راستہ کھلا نہ پایا اور حیران رہ گیا۔ ان معنوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ یا تو یہ نام صفاتی طور پر کسی ایسی روح کو دیا گیا ہے جو اس قسم کی کیفیات اپنے اندر رکھتی ہے اور یا پھر یہ صفاتی نام کسی ایسے انسان کا ہے جس کا نام خواہ کچھ ہو مگر اس کی دلی کیفیت کے لحاظ سے وہ اس قسم کا نام پانے کا مستحق تھا۔ اور قرآن کریم نے اسے یہ نام دیا ہے۔

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس کا نام قرآن کریم میں گیارہ جگہوں میں آتا ہے (۱) یہی مقام جس کی تفسیر لکھی جا رہی ہے (۲) اعراف (۳) (۴) حجر دو دفعہ (۵) بنی اسرائیل (۶) کہف (۷) طٰہٰ (۸) شعراء (۹) سباء (۱۰ و ۱۱) ص۔ ان گیارہ مقامات میں سے سوائے شعراء اور سباء کے باقی سب جگہ آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کے ذکر میں ابلیس کا ذکر آتا ہے باقی دو جگہوں میں آدم کے سجدہ کا ذکر نہیں۔ سورۂ شعراء میں یہ ذکر ہے کہ ابلیس کے سب تابع جہنم میں جائیں گے۔ اور سورۂ سباء میں یہ ذکر ہے کہ سباء کی قوم نے ابلیس کے گمان کو پورا کر دیا۔ یعنی ابلیس نے انہیں اپنا شکار سمجھا اور وہ اس کا شکار بن گئے۔

بہرحال جہاں آدم کا ذکر ہے وہاں سجدہ نہ کرنے کے موقعہ پر ہر جگہ ابلیس کا لفظ استعمال ہوا۔ اس کے مقابل پر آدم کو ورغلانے کی کوشش کا جہاں ذکر ہے وہاں ہر جگہ ہی شیطان کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ کسی ایک جگہ بھی ابلیس کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا۔ اس فرق سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن کریم نے ابلیس اور شیطان کے الفاظ کے استعمال میں ایک۔ خاص امتیاز سے کام لیا ہے اور یہ امتیاز بتاتا ہے کہ یہ سجدہ نہ کرنے والا ابلیس اور آدم کو دُکھ میں ڈالنے کی کوشش کرنے والا دو الگ وجود ہیں۔

جب ہم دیکھتے ہیں کہ آدم کو اللہ تعالیٰ نے

صاف لفظوں میں فرمادیا تھا کہ ابلیس کی بات کو نہ ماننا یہ تمہارا دشمن ہے تو اس کے بعد آدم کا ابلیس کے دھوکے میں آنا سمجھ میں نہیں آتا۔ چنانچہ سورۂ طٰہٰ میں آتا ہے فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى (ع) یعنی ہم نے ابلیس کے سجدہ سے انکار کے بعد آدم سے کہدیا تھا کہ یہ ابلیس تیرا اور تیری بیوی یا تیرے ساتھیوں کا دشمن ہے پس ایسا نہ ہو کہ یہ تم دونوں کو جنت سے نکال دے۔ اور تو تکلیف میں پڑ جائے۔ اس واضح ارشاد کے بعد آدم علیہ السلام ابلیس کے دھوکے میں نہ آسکتے تھے سوائے اس کے کہ وہ خدا تعالےٰ کی نافرمانی پر آمادہ ہوتے۔ مگر قرآن کریم اس کا انکار فرماتا ہے اور فرماتا ہے فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (طٰہٰ ع ۷) یعنی آدم علیہ السلام سے جو غلطی ہوئی وہ بھول سے ہوئی اور ہم نے اس میں اس غلطی کے ارتکاب کے متعلق کوئی ارادہ نہیں پایا۔

ان دونوں امور کی تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ ہم یہ سمجھیں کہ ابلیس اور تھا اور وہ شیطان جس نے آدم علیہ السلام کو دھوکا دیا اور تھا۔ چونکہ آدمؑ کو ابلیس سے بچنے کا حکم دیا گیا تھا اور وہ اس کے ظل اور نمائندہ کو ابلیس کا نمائندہ سمجھنے میں غلطی کر گئے۔ اور اسے دوسرا وجود سمجھکر اس کے بارہ میں انہوں نے پوری ہوشیاری سے کام نہ لیا اور اس طرح غلطی کے مرتکب ہو گئے۔ ان معنوں کا مؤید وہ امتیاز ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے کہ قرآن کریم نے جہاں بھی سجدہ نہ کرنے کا ذکر کیا ہے وہاں ابلیس کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور اسی وجہ سے آدم کو ہوشیار کیا گیا ہے۔ اور جہاں دھوکا دینے والے کا ذکر کیا ہے۔ وہاں اسے شیطان کے نام سے یاد کیا ہے۔

حقیقت جیسا کہ اوپر کے حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ ابلیس تو اس وجود کا نام رکھا گیا ہے جو فرشتوں کے مقابل پر بدی کا محرک ہے اور شیطان ایک عام نام ہے۔ اس ابلیس کو بھی شیطان کہہ سکتے ہیں۔ اور ان تمام لوگوں کو بھی جو ابلیس کے نائب کے طور پر اور اس کے ورغلائے ہوئے اس دنیا کے پردہ پر بدیوں کی راہنمائی کرتے ہیں۔ اور نبیوں اور ان کی تعلیم کا مقابلہ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن کریم میں کسی انسان کو بھی ابلیس کے نام سے یاد نہیں کیا گیا۔ جہاں بھی ابلیس کا ذکر ہے فرشتوں کے مقابلہ کرنے والے وجود کے متعلق یہ لفظ استعمال ہوا ہے یا بدی کی محرک روح کے لئے استعمال ہوا ہے جیسا کہ سورۂ شعراء اور سورۂ سباء کے مذکورہ بالا حوالوں میں گزر چکا ہے۔ اس کے برخلاف شیطان کا لفظ مختلف ارواحِ خبیثہ کے متعلق بھی استعمال ہوا ہے اور انسانوں کے متعلق بھی استعمال ہوا ہے۔ ارواحِ خبیثہ کے متعلق یہ لفظ بہت دفعہ استعمال ہوا ہے اور انسانوں کے متعلق اس کا استعمال بھی بہت ہے مگر نسبتاً کم ہے۔ اور مندرجہ ذیل مثالوں سے ثابت ہے (۱) سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ

منافقوں کی نسبت فرماتا ہے۔ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیَاطِیْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ (ع۲) جب وہ اپنے شیطانوں کے ساتھ الگ جمع ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اس آیت کے الفاظ سے یہ امر واضح ہے کہ یہاں شیاطین سے مراد ائمہ کفر ہیں۔ اور صحابہ نے بھی اس آیت میں شیاطین کے یہی معنی کئے ہیں (دیکھو نوٹ ۱۵ سورۂ بقرہ) اسی طرح قرآن کریم میں آتا ہے کہ لوگ مومنوں سے کہتے ہیں کہ کفار بڑی تعداد میں ان پر حملہ کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں پھر فرماتا ہے اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (آل عمران ع۱۸) یعنی یہ تو شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے تم کو ڈراتا ہے۔ پس تم کفار سے مت ڈرو۔ بلکہ اگر مومن ہو تو مجھ سے ڈرو۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ یہاں شیطان سے مراد کفار کے وہ ایجنٹ ہیں جو مسلمانوں کو کفار سے مرعوب کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ سابق مفسرین نے بھی اس جگہ شیطان سے مراد نعیم بن سعود یا ابوسفیان یا عام کفار مراد لئے ہیں۔ جو مسلمانوں کو کفار کی طاقت سے ڈراتے تھے (فتح البیان ابن کثیر) اسی طرح قرآن کریم میں ہے۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ (انعام ع۱۴) یعنی اسی طرح ہم نے ہر نبی کا دشمن انسانوں میں سے شیطانوں اور جنوں میں سے شیطانوں کو بنایا ہے وہ آپس میں ایک دوسرے کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔

غرض شیطان کا لفظ قرآن کریم میں ارواح خبیثہ کے متعلق بھی استعمال ہوا ہے۔ جو دلوں میں وساوس ڈالتے ہیں۔ اور انسانوں کے متعلق بھی استعمال ہوا ہے لیکن ابلیس کا لفظ صرف اسی ہستی کی نسبت استعمال کیا گیا ہے۔ جس نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ پس ابلیس سے مراد تو وہ روح خبیثہ ہے جو فرشتوں کے مدمقابل ہے اور دلوں میں وساوس ڈالتی ہے۔ اور شیطان اسے بھی کہتے ہیں اور اس کے ان اظلال کو بھی جو انسانوں میں سے ان جیسے کام کرتے ہیں۔

اس جگہ ایک نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو دو ناموں سے یاد کیا ہے۔ (۱) ابلیس اور (۲) شیطان۔ حل لغات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ ابلیس کے معنے مایوس اور حیران کے ہیں اور شیطان کے معنے حق سے دور ہونے والے یا حق سے دور کرنے والے اور جلنے والے کے ہیں۔ پہلا نام اس وجود کا ابلیس رکھا گیا ہے۔ اور دوسرا نام شیطان۔ اس سے یہ نفسیاتی نکتہ نکلتا ہے کہ گمراہی اور ضلالت کا تغیر جب بھی انسان میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کے دو مدارج ہوتے ہیں پہلے مایوسی اور حیرانی یا دوسرے لفظوں میں جہالت پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کے بعد حق سے دوری اور دوسروں کو گمراہ کرنے اور حسد کی حالت پر جو آگ میں جلنے کے مشابہ مرض ہے پیدا ہوتی ہے۔

پس گناہ سے بچنے کے لئے انسان کو مایوسی اور جہالت کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اگر مایوسی اور جہالت کو دنیا سے دور کر دیا جائے تو گمراہی اور دوسروں کو گمراہ کرنے اور حسد کا فساد بھی خود بخود دور ہو جائے کیونکہ یہ دوسری حالت پہلی حالت کا نتیجہ ہے۔

ملائکہ اور ابلیس

اگر کہا جائے کہ اللہ تعالےٰ نے ابلیس کو کیوں پیدا کیا۔ کیا وہ اپنے بندوں کو خود گمراہ کرنا چاہتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالےٰ نے خیر و شر کی قدرت بخشی تو ساتھ ہی ملائکہ اور ابلیس، اور ان کے اظلال کا وجود بھی پیدا کیا کہ ایک گروہ تو نیکی کی تحریک دلوں میں پیدا کرتا ہے اور دوسرا بدی کی تحریک پیدا کرتا ہے۔ پھر جو شخص ملائکہ اور ان کے اظلال کی تحریک کو قبول کرتا ہے۔ انعام کا مستحق ہوتا ہے اور جو ابلیس اور اس کی ذریّت کی تحریک کو قبول کرتا ہے وہ سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ انسان کے کامل ہونے کے لئے ضروری تھا کہ اس کے سامنے دونوں قسم کی تحریکات پیش ہوں تا وہ اپنے فیصلہ سے ایک تحریک کو قبول کرے اور اعلیٰ انعامات کا وارث ہو۔ اگر بدی کی تحریکات اس کے راستہ میں نہ آئیں تو وہ اعلیٰ انعامات کا مستحق نہیں بن سکتا۔

ہاں ایک بات قرآن کریم نے واضح فرما دی ہے اور وہ یہ کہ ابلیس یا شیطان کسی کو بھی انسان پر تصرف حاصل نہیں۔ لوگ اپنی مرضی سے ان کی اتباع کریں تو کریں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغٰوِیْنَ (الحجر ع۳) یعنی اے ابلیس میرے بندوں پر تجھے دلیل اور برہان کے ذریعہ سے غلبہ حاصل نہ ہوگا۔ ہاں مگر جو سرکش لوگ تیرے متبع ہو جائیں گے انہیں تیری باتیں وزنی معلوم ہوں گی۔ اسی طرح سورۂ بنی اسرائیل میں بھی ابلیس کے متعلق فرمایا ہے۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ وَکَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا۔ (بنی اسرائیل ع ۷) اے ابلیس تجھے میرے بندوں پر دلائل اور براہین کے ذریعہ غلبہ حاصل نہ ہوگا اور تیرا رب ان کا کارساز ہوگا۔

مَیں نے سُلْطَانٌ کے معنے دلیل اور برہان کے ذریعہ غلبہ کے کئے ہیں۔ یہ معنے قرآن کریم سے ثابت ہیں۔ سورۂ کہف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ھٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اٰلِھَۃً لَوْلَا یَاْتُوْنَ عَلَیْھِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَیِّنٍ (کہف ع ۲) یعنی یہ ہماری قوم ہے جس نے خدا تعالےٰ کے سوا دوسرے معبود اختیار کر لئے ہیں۔ اگر یہ سچے ہیں تو کیوں ان کے بارہ میں کوئی کھلی دلیل پیش نہیں کرتے۔ اسی طرح یہ لفظ قرآن کریم کی دوسری آیات میں بھی واضح دلیل کے معنوں میں استعمال ہوا ہے پس ابلیس کو خدا تعالےٰ کے بندوں کے خلاف کوئی سلطان حاصل نہ ہونے کے یہی معنے ہیں کہ ابلیس کا پلّہ دلیل کی وجہ سے کبھی بھاری نہ ہوگا۔ بلکہ وہ جھوٹ اور خوف اور لالچ اور حرص کے ذریعہ سے لوگوں کو ورغلائے گا جیسا کہ فرماتا ہے۔ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْھُمْ بِصَوْتِکَ

وَاجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ إِلَّا غُرُوْرًا۔ (بنی اسرائیل ع)

یعنی اے ابلیس ان میں سے جس پر تیرا بس چلے اسے اپنی آواز سے خوف دلا کر یا دھوکہ دیکر اپنی طرف بلا۔ اور اپنے سواروں اور پیادوں کو ان پر چڑھا لا اور ان کے مالوں اور اولادوں میں حصہ دار بن۔ اور ان سے جھوٹے وعدے کر۔ اور شیطان جو وعدے بھی کرتا ہے فریب دینے کے لئے کرتا ہے۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ ابلیس کے ورغلانے کا طریق یہ نہیں کہ وہ کوئی معقول دلیل دیتا ہے۔ بلکہ اس کا طریق یہ ہے۔ کہ دلوں میں خوف پیدا کرتا ہے اور جھوٹے وعدے دیتا ہے پھر جو لوگ اس خوف اور جھوٹ کی وجہ سے اس کا ساتھ دیتے ہیں ان کی مدد سے ان سے کم درجہ کے خراب لوگوں کو ڈرا دھمکا کر ہدایت سے محروم کر دیتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن کریم کی تعلیم کی رُو سے ابلیس کی تحریکات کسی دلیل پر مبنی نہیں ہوتیں بلکہ خوف اور جھوٹے وعدوں پر مبنی ہوتی ہیں اس وجہ سے نہیں کہہ سکتے کہ خدا تعالےٰ نے ابلیس کو پیدا کرکے انسان کو گمراہ کیا ہے کیونکہ گمراہی کا الزام اللہ تعالےٰ پر تب لگ سکتا تھا اگر ابلیس کی تائید میں بھی اس نے کوئی علمی دلیل پیدا کی ہوتی۔ دلیلیں سب ملائکہ کی تائید میں ہوتی ہیں پس جو لوگ ابلیس کی اتباع کرتے ہیں اپنی مرضی سے کرتے ہیں۔ اور اپنے عمل کے خود ذمہ دار ہوتے ہیں۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن کریم کی تعلیم کی رو سے لمۂ خیر یعنی نیکی کی تحریک کا پلّہ بھاری ہوتا ہے چنانچہ اس کی پہلی دلیل تو یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ابلیس کو ملائکہ کے تابع قرار دیا ہے جو امر کہ إِلَّا إِبْلِيْسَ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ سجدہ کا حکم ملائکہ کو دیا گیا تھا لیکن اس کی نافرمانی پر ابلیس کو بھی تنبیہہ کی گئی ہے۔ اور میں بتا چکا ہوں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز ملائکہ کے تابع رکھی گئی ہے پس جو حکم ملائکہ کو دیا گیا اس میں ابلیس شامل تھا پس إِلَّا إِبْلِيْسَ کہہ کر اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اصل تحریک ملکی ہے اس سے انحراف کا نام ابلیسی تحریک ہوتا ہے جس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ ملائکہ کو ابلیس پر غلبہ حاصل ہے۔ دوسری دلیل اس امر کی یہ ہے۔ کہ قرآن کریم نے بار بار فطرت انسانی کے نیک ہونے کا اظہار فرمایا ہے۔ ہاں بعد میں انسان خود اسے خراب کر دیتا یا اس کے والدین یا مربّی اسے خراب کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا (الشمس ع)

یعنی ہم انسانی جان اور اس کی درستی اور تکمیل کو شہادت کے طور پر پیش کرتے ہیں اس کے مکمل بنانے کے بعد جن باتوں سے اس کے اندر خرابی پیدا ہو سکتی ہے اور جن امور سے اس میں نیکی پیدا ہو سکتی ہے ہم نے ان سے اُسے خبردار کیا۔ پس جو شخص اپنے نفس کو بُرائی

اثرات سے پاک رکھتا ہے وہ کامیاب ہو جاتا ہے اور جو شخص اپنے نفس کو مٹی میں ملا دیتا ہے ناکام ہو جاتا ہے۔ ان آیات سے ظاہر ہے کہ نفس انسانی کو پاک بنایا گیا ہے اور بُرے بھلے کی پرکھ کا مادہ اس میں رکھ دیا گیا ہے۔ اس کے بعد انسان کا کام صرف اس قدر ہے کہ فطرت کے مطابق چلے اگر وہ ایسا کرے اور بیرونی اثرات کو جو فطرت کے خلاف ہوں قبول نہ کرے تو وہ نیکی میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ لیکن جو ایسا نہ کرے اور فطرت کے خلاف اثرات کو قبول کر کے اپنے پاک نفس کو گندگی سے ملوث کر دے وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کے یہ معنی ہیں کہ انسان اپنی پیدائش کے لحاظ سے ملائکہ کی تحریکوں کو قبول کرنے کے قابل بنایا گیا ہے پیدائش کے وقت اس میں ابلیس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ لیکن بعد میں وہ خود ابلیس کو دعوت دے کر ہلاک ہو جاتا ہے احادیث نبی کریم میں بھی اس مضمون کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ (بخاری کتاب الجنائز باب ما قیل فی اولاد المشرکین) یعنی ہر بچہ اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کے مادہ کے ساتھ پیدا کیا جاتا ہے اس کے بعد اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے کسی بچہ کی فطرت میں خرابی پیدا نہیں کی۔ یہ خرابی بعد میں پیدا ہوتی ہے،

گویا اصل تعلق بچہ کا ملائکہ سے ہوتا ہے۔ ابلیس سے اس کا تعلق خارجی اسباب سے پیدا ہوتا ہے

بعض حال کے مفسرین نے اس آیت میں ابلیس کی ضرورت یہ بتائی ہے۔ کہ وہ سفلی زندگی کا مظہر ہے جس میں سے گذر کر انسان کو روحانی ترقی حاصل ہوتی ہے۔ مگر یہ تشریح درست نہیں۔ کیونکہ اگر سفلی زندگی سے مراد جسمانی خواہشات کا پورا کرنا ہے جیسے کھانا پینا پہننا یا شہوات بحد اعتدال پورا کرنا تو اسے ابلیس سے رکھنے والی زندگی نہیں کہا جا سکتا۔ ان تقاضوں کو اللہ تعالےٰ کے انبیاء بھی پورا کرتے ہیں۔ بلکہ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (مومنون ع ۳) اے رسولو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو۔ یعنی طیبات کا استعمال نیک کاموں کی توفیق دیتا ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامِ (مسند احمد بن حنبل جلد ۶) اسلام میں رہبانیت نہیں۔ یعنی اسلام طیب اشیاء کے استعمال سے خواہ کھانے پینے کے متعلق ہوں یا پہننے اوڑھنے کے متعلق ہوں یا رہنے سہنے کے متعلق ہوں منع نہیں کرتا۔ بلکہ ضرورت کے مطابق ان اشیاء کے استعمال نہ کرنے کو گناہ قرار دیتا ہے پس جہانتک طیبات کو حد اعتدال کے اندر استعمال کرنے کا سوال ہے اسلام اسے دین کا حصہ قرار دیتا ہے اور ان کے ترک کو گناہ گردانتا ہے۔ اب اگر اس فعل کو ابلیس کے

متعلق قرار دیا جائے۔ اور سفلی زندگی کہا جائے۔ تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ گویا خدا تعالیٰ نے تمام انبیاء اور مومنوں کو ابلیس اور شیطان سے تعلق پیدا کرنے کا حکم دیتا ہے۔

اگر کہا جائے کہ سفلی زندگی سے مراد حدِ اعتدال سے زیادہ ان اشیاء کا استعمال ہے تو اس صورت میں بھی مذکورہ بالا خیال غلط قرار پاتا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں سفلی زندگی کو اعلیٰ زندگی کے حصول کے لئے ضروری قرار دینے کے یہ معنے ہوں گے کہ خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے انسان کو کھانے پینے اور پہننے میں اسراف کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد اسے اعلیٰ زندگی مل سکتی ہے یا دوسرے لفظوں میں یہ کہ سب انبیاء اور کامل مومن خدا تعالیٰ کو پانے سے پہلے اسراف کرتے اور حدِ اعتدال سے بڑھتے ہیں اور یہ بھی بالبداہت باطل ہے۔ پس ابلیس کی یہ تشریح کہ وہ سفلی زندگی کا مظہر ہے۔ اور اس میں سے ہو کر خدا تعالیٰ تک پہنچا جا سکتا ہے۔ ایک غلط عقیدہ ہے اور قرآن کی تعلیم کے خلاف ہے ؛ (تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ ۳۲۹)

شعبہ اشاعت میں قیادت ضلع ملتان، لاہور اور سرگودہا کی قابلِ تقلید کارگزاری

محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے تمام قائدین اضلاع کو تحریک کی گئی تھی۔ کہ وہ اپنے اپنے ضلع کی تمام مجالس میں "خالد" اور "تشحیذ" کا اجراء کروائیں۔ اس سلسلہ میں قیادت ضلع ملتان لاہور اور قیادت ضلع سرگودھا نے بہت کوشش کر کے اپنے اپنے ضلع کی تمام مجالس میں خالد اور تشحیذ کا اجراء کروا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قائد ضلع ملتان مکرم سید محمد انور صاحب ہاشمی اور قائد ضلع لاہور مکرم ملک منور احمد صاحب جاوید اور قائد ضلع سرگودھا مکرم چوہدری ریاض احمد صاحب اور انکے ساتھیوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

قائدین سے درخواست

دوسرے قائدین سے بھی درخواست ہے کہ وہ اپنے ضلع کی ان مجالس میں جن میں خالد یا تشحیذ بالکل نہیں جاتا۔ خالد اور تشحیذ کا اجراء کروائیں۔ خواہ مجالس کی مقامی گرانٹ سے مبلغ گیارہ روپے بھجوا کر رسائل کا اجراء کروایا جائے۔

خالد اور تشحیذ خدا تعالیٰ کے فضل سے معیاری رسالے ہیں۔ جن میں مجلس خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ کی سرگرمیوں کے علاوہ بلند پایہ دینی، تربیتی، علمی اور ادبی مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔ اور ہر مجلس میں ان کا جانا اور خدام کا مطالعہ کرنا نہایت ضروری ہے۔

(مینیجر رسالہ خالد و تشحیذ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

محترم مولانا ابوالعطاء صاحب

دُنیائے اسلام کے امراض کا علاج

ایک مسیحا اور نظامِ خلافت

ہر درد مند مسلمان محسوس کرتا ہے کہ عالم اسلام نہایت ابتر حالت میں ہے اور مسلمانوں کی انفرادی زندگی بھی روحانیت سے دُور تر ہوتی جا رہی ہے۔ مسلمان اس وقت دوسری قوموں کی نظر میں اسلام کے خلاف ایک دلیل ہیں۔ وہ بطور طعن کہتی ہیں کہ مسلمان اس خراب حالت کو اسلام سے وابستگی کے باعث پہنچے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی یہ زبوں حالی اسلام سے برگشتگی کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہے۔ مسلمان خود بھی اس کو محسوس کرتے ہیں اور صحیح الفکر غیر مسلم بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں اسلام سے وابستگی کے شاندار اور خیرہ کن نتائج دنیا اسلام کے اوّلین دور میں دیکھ چکی ہے اس لئے یہ بات مسلّمہ صداقت کی حیثیت رکھتی ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ خستہ حالی صرف اس لئے ہے کہ وہ اسلام سے دُور ہو گئے ہیں اور روز بروز دُور تر ہوتے جا رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا علاج صرف رجوع الی الاسلام میں ہے۔

مسلمانوں کے مفکرین برملا کہہ رہے ہیں کہ اس وقت ہماری حالت زار قابلِ صد افسوس ہے۔ خاص طور پر

رسالہ صحیفہ اہلحدیث کراچی لکھتے ہیں:-

"آج ہم اپنی حالتوں کو دیکھیں کہ ہم میں اسلام کی کونسی بات پائی جا رہی ہے۔ آج تارکِ نماز ہم۔ روزہ کے چور ہم۔ زکوٰۃ ہضم کرنیوالے ہم۔ حج بیت اللہ کو تکلیف ما لا یطاق سمجھنے والے ہم۔ ہمارے کردار فرنگی۔ ہمارے اطوار یہودی ہمارا لباس مغربی۔ ہمارا اٹھنا، ہمارا بیٹھنا۔ ہمارا پھرنا، ہمارا کھانا، ہمارا پینا، ہمارا بولنا، ہماری شکل، ہماری صورت، ہماری تہذیب، ہمارا تمدن، ہماری معاشرت، ہماری تربیت، ہمارا رہن سہن سب کچھ فرنگی تہذیب کا مرہونِ منت ہے۔ ہم نے اسلامی اصول و اقدار، اسلامی اخلاق و عادات اسلامی احکام و اعمال کو بالائے طاق رکھ کر عیسائیت و یہودیت، مجوسیت و ہندومت، کمیونزم اور سوشلزم کو

اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا ہے۔ آج
آپ ایک عیسائی اور مسلمان میں، ایک
یہودی اور اسلام کے نام لیوا میں،
ایک مسلم اور مشرک میں ظاہری طور پر
سرِ مُو فرق نہ پائیں گے۔ اگر ایک
عیسائی اور یہودی کے سر پر انگریزی
بال ہیں تو مسلمان کے بھی ہیں اس
کی ٹیڑھی مانگ ہے تو اس کی بھی ہے،
اس نے گلے میں صلیب کا پھندا
(نکٹائی)، ڈال رکھا ہے تو اس نے
بھی ڈال رکھا ہے۔ اس کی ڈاڑھی
مُنڈی ہوئی ہے تو اس کی بھی مُنڈی
ہوئی ہے۔ اُس نے کوٹ پتلون
پہن رکھا ہے تو اس نے بھی پہن رکھا
ہے۔ اگر وہ کھڑے ہو کر موتتا ہے
تو یہ بھی کھڑے ہو کر موتتا ہے۔ اگر
وہ کاغذ سے ٹٹی صاف کرتا ہے
تو یہ مسلمان بھی یہی کرتا ہے۔ اگر وہ
بے غیرت و بے شرم ہو کر اپنی بہو
بیٹیوں کو غیروں کی باہوں میں
باہیں ڈالکر ناچتا اور تھرکتا ہوا
دیکھکر خوش ہوتا ہے تو مسلمان بھی
اپنی بہو بیٹیوں کو دوسروں کی بغلوں
میں دیکھکر خوش ہوتا ہے۔ اگر وہ
شراب پی کر اور بدمست ہو کر حرامکاری
کرتا ہے اور غیروں کی بہو بیٹیوں کی عزت
خراب کرتا ہے تو مسلمان اس میں بھی
پیچھے نہیں رہتا۔ الغرض آج کا مسلمان
چور، ڈاکو، رہزن، قاتل، شرابی
زانی، جوئے باز، رنڈی باز، غلام باز
غیروں کی عزّت اور ناموس کو لوٹنے
والا۔ حرام کھانے والا، امانت میں
خیانت کرنے والا، معصوموں پر ظلم
کرنے والا۔ غریبوں کا گلا گھونٹنے
والا۔ مزدوروں کا خون چوسنے والا
بے ایمانی اور دغا بازی کرنے والا
سود کھانے والا، جوا کھیلنے والا،
سمگلنگ۔ اور ملاوٹ کرنے والا،
کم تولنے اور کم ناپنے والا، سب
کچھ بنا ہوا ہے۔ دنیا کی کوئی برائی
ایسی نہیں ہے جو آج کے مسلمان
میں موجود نہ ہو۔ اب آپ ہی بتایئے
کہ جب مسلمانوں کی یہ صورتِ حال ہو تو
پھر خداوند تعالیٰ اپنے نافرمانوں
کی کیوں مدد فرمانے لگا؟"
(صحیفہ اہلحدیث کراچی مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۶۹ء ص ۶)

لاہور سے نکلنے والے ہفت روزہ زندگی نے
تمام ممالکِ اسلامی کے حالات کا جائزہ لے کر آخر
میں لکھا ہے:۔

"مشرق بعید میں صرف دو اسلامی

ملک ہیں ملائشیا اور انڈونیشیا۔
دونوں میں اشتراکیت کی وبا پھیل رہی ہے،
قوم پرستی کی انہوں نے پوری قوم
کا مزاج بگاڑ دیا ہے۔ لیکن اسلام
کا جام صحت حکمرانوں کے نزدیک
بدپرہیزی ہے۔ سچ پوچھیے تو پورے
عالم اسلام کا یہی حال ہے پورے
عالم اسلام کو ایک ایسے مسیحا کی
ضرورت ہے۔ جو ۷۵ کروڑ فرزندان
توحید کو تازہ ولولہ، عزم اور ذوقِ
عمل بخش سکے۔" (زندگی۔ لاہور ۸ ستمبر ۶۹ء)

دنیا بھر کے مسلمانوں کی حالت واقعی مسیحا کا تقاضا کرتی ہے اور مسلمان مفکرین اس کا شدید احساس رکھتے ہیں اور اس ضرورت کو بار بار بیان کرتے ہیں۔ مگر خداوند تعالیٰ نے جسے مسیحا بنا کر بھیجا ہے اس کی طرف توجہ کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔

گذشتہ دنوں لاہور کے اخبار تنظیم اہلحدیث کے فاضل مدیر نے ایک مقالہ میں لکھا تھا۔ کہ:۔

اگر زندگی کے ان آخری لمحات میں بھی
ایک دفعہ خلافت علیٰ منہاجِ نبوت
کا نظارہ نصیب ہو گیا تو ہو سکتا ہے
کہ ملتِ اسلامیہ کی بگڑی سنور جائے
اور روٹھا ہوا خدا پھر سے من جائے
اور بھنور میں گھری ہوئی ملت اسلامیہ
کی یہ ناؤ شاید کسی طرح اس کے نرغہ سے
نکل کر ساحل عافیت سے ہمکنار ہو جائے
ورنہ قیامت میں ہم سب سے خدا پوچھیگا
کہ دنیا میں تم نے ہر ایک کے اقتدار
کے لئے زمین ہموار کی۔ کیا اسلام کے
غلبہ اور قرآن حکیم کے اقتدار کے لئے
بھی کچھ کیا؟" (تنظیم اہلحدیث ۱۲ ستمبر ۶۹ء)

گویا خدا تعالیٰ کی ناراضگی کو دور کرنے اور امتِ مسلمہ کی ناؤ کو بھنور سے نکالنے اور ملتِ اسلامیہ کی بگڑی کے سنوارنے کی راہ صرف قیام خلافت علیٰ منہاج نبوت ہے فاضل مدیر نہایت حسرت سے اس کے قیام کے آرزومند ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اسلام کا غلبہ اور قرآن حکیم کے اقتدار کا قیام بھی خلافتِ راشدہ سے وابستہ ہے۔

ان حوالہ جات سے عیاں ہے کہ ضرورت تھی کہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے آسمان سے مسیحا ظاہر ہوتا۔ اور خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق زمین پر خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم ہوتی۔ حالات پکار پکار کر اس کا تقاضا کر رہے ہیں۔ صفحہ زمین پر صرف ایک جماعت احمدیہ ہے جسے وہ مسیحا حاصل ہے جس نے ان کو تازہ ولولہ اور ذوقِ عمل کی نعمت سے سرفراز فرما دیا ہے۔ پھر آج صرف جماعت احمدیہ ہی ہے جسے خلافت علیٰ منہاج نبوت کے انعام سے نوازا گیا ہے۔ یہ ایسے واضح انعامات ہیں جن کے ثمرات ظاہر و باہر ہیں دوست و دشمن ان کو مشاہدہ کر رہے ہیں۔ دوسرے احباب کا فرض ہے کہ ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ جب ضرورتِ حقہ موجود تھی۔ اسلام کی حفاظت اور

مسلمانوں کی بقاء کا تقاضا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس وقت خود مسلمانوں کی دستگیری فرماتا۔ مسیحا کو مبعوث فرماتا اور قیام علی منہاج نبوت کو قائم کرتا۔ سچے وعدوں والا خدا بھول نہیں سکتا۔ یقیناً اس نے اپنے وعدہ کو پورا کر دیا ہے۔ مگر مسلمان غفلت کا شکار ہو رہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

احمدی جماعت کے نوجوانوں اور بزرگوں کا یہ فرض ہے کہ وہ پیغام حق کو دنیا کے کناروں تک پہنچاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ان عظیم فضلوں کی پوری پوری قدر کریں۔ اور مسیح وقت اور خلافت علی منہاج نبوت کے ساتھ پوری وابستگی کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پانے والے بنیں۔ نعمتیں شکر سے بڑھا کرتی ہیں۔ شکر کے ذریعہ ہی انہیں دوام اور ہمیشگی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی مومن بنائے رکھے آمین:

پانچواں کل پاکستان طاہر کبڈی ٹورنامنٹ

یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اس نے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کو پانچواں کل پاکستان کبڈی ٹورنامنٹ منعقد کرنے کی توفیق عطا فرمائی ۱۳۴۴ ہش/۱۹۶۵ء میں شعبہ صحت جسمانی مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے تحت اس ٹورنامنٹ کا آغاز ہوا تھا۔ امسال ٹورنامنٹ ۲۶-۲۷-۲۸ نبوک کو منعقد ہوا اس ٹورنامنٹ کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ اس میں کلب سیکشن کے علاوہ کالج سیکشن کو بھی شامل کیا گیا۔ اس طرح پاکستان کی مشہور و معروف ۱۳ ٹیموں نے اس میں شرکت کی۔ ٹورنامنٹ کا افتتاح ایئر کموڈور ظفر چوہدری سٹیشن کمانڈر پی۔اے۔ایف سرگودھا نے کیا۔ لیگ سسٹم پر کھیلے جانے والے اس ٹورنامنٹ میں تین دن میں مجموعی طور پر ۱۲ میچ کھیلے گئے ۲۸ نبوک کو فائنل مقابلے منعقد ہوئے کلب سیکشن میں چیمپین شپ کا اعزاز پاکستان ویسٹرن ریلوے نے حاصل کیا اور ربوہ کی اے ٹیم رنرز اپ رہی۔ کالج سیکشن میں چیمپین شپ کا اعزاز اسلامیہ کالج لائلپور نے حاصل کیا اور میونسپل کالج وزیر آباد رنرز اپ رہا۔ فائنل مقابلوں کے اختتام پر چوہدری محمد صدیق صاحب سیکرٹری پاکستان کبڈی فیڈریشن نے انعامات تقسیم فرمائے اور کھلاڑیوں اور حاضرین سے خطاب کیا۔ یہ ٹورنامنٹ جناب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ مرزا طاہر احمد صاحب کی زیر نگرانی ایک ٹورنامنٹ کمیٹی کے زیر انتظام منعقد کیا گیا تھا جس کے صدر مکرم عبدالرزاق صاحب مہتمم صحت جسمانی مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ اور سیکرٹری مکرم حمید احمد صاحب خالد نائب مہتمم خدمت خلق تھے۔

کراچی میں نمائش کتب سیرت حضرت خاتم الانبیاءؐ کے سلسلہ میں
مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کی شاندار مساعی

نمائش تراجم قرآن کریم جو گذشتہ سال کراچی میں منعقد ہوئی تھی وہ بفضلہ تعالےٰ نہایت ہی مقبول اور دور رس اثرات کی حامل تھی امسال بھی جماعت احمدیہ کراچی نے خود صاحب قرآن سیدنا حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی مختلف دنیا کی شائع ہونے والی کتابوں کی نمائش کا انتظام کیا۔ جو احمدیہ دارالمطالعہ بندر روڈ میں کیا گیا۔ اس بیس روزہ نمائش کا افتتاح ۲۹ر مئی ۱۹۶۹ء کو پاکستان ہائیکورٹ کے چیف جسٹس جناب قدیرالدین صاحب نے فرمایا۔ اور ۱۸ر جون ۱۹۶۹ء تک جاری رہی۔

اس نمائش کے انعقاد میں مجلس خدام الاحمدیہ کراچی نے نمایاں کارکردگی کا ثبوت دیا۔ اور اس کو کامیاب بنانے میں ہر ممکن تعاون کیا جس کی مختصر روئداد درج ذیل ہے۔

۱۔ تیاری نمائش۔

اس نمائش کی تیاری کے سلسلہ میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے تحت دس خدام کے سپرد مختلف امور کئے گئے جن میں جائے نمائش کی زیبائش و آرائش وغیرہ شامل تھے۔ چنانچہ ایک خادم نے نمائش کے بیرونی گیٹ کا نقشہ تیار کیا۔ جو بہت دیدہ زیب اور خوبصورت تھا۔ محترم نعیم احمد خانصاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ کراچی نے قرآنی آیات کو SHOW CASE میں لکھوانے کا ذاتی طور پر انتظام کیا جس میں روشنی کے بلب بھی شوکیس کے اندر لگوائے گئے۔ اسی طرح دیگر خدام نے نمائش کے لئے ضروری اشیاءٔ مہیّا کرنے میں بھی تندہی اور دلچسپی سے کام کیا۔

۲۔ نشر و اشاعت۔

نمائش کی تشہیر کے سلسلہ میں خدام نے نہایت منظم طور پر کام سرانجام دیا۔ چنانچہ نمائش کے انعقاد سے قبل خبریں متعدد بار اخبارات و رسائل میں شائع ہوئیں۔ اسی طرح متعدد بار ریڈیو پاکستان کراچی سے بھی اس سلسلہ میں خبریں نشر ہوئیں۔ اور نمائش کی افتتاحی تقریب اور کتب نمائش کو ٹیلیویژن پر بڑے مؤثر انداز میں پیش کیا گیا۔ اس کے علاوہ محترم مولانا محمد اجمل صاحب شاہد ایم۔ اے۔ مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ کراچی کا ایک انٹرویو بھی نشر کروایا گیا۔ اس بناء پر نمائش کو کراچی میں غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی اور اس عرصہ میں ہزاروں افراد نے اس نمائش کو دیکھا۔

۳۔ ڈیوٹی خدام دوران نمائش۔

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے زیر انتظام نمائش کے دوران بیس دن تک حلقہ جات

کے پانچ پانچ خدام نے روزانہ جائے نمائش پر ڈیوٹیاں دیں۔ یہ خدام شام ۵ بجے سے رات دس بجے تک اپنی ڈیوٹیوں کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اس کے علاوہ نمائش کی نگرانی اور زائرین کی راہنمائی کا فرض بھی انجام دیتے رہے۔

۴۔ چارٹوں اور نقشوں کی تیاری۔

خدام نے نمائش کے لئے پینٹ کے ساتھ عرب کا ایک نقشہ چار فٹ چوڑا اور ۵½ فٹ لمبا تیار کیا۔ اور کچھ معلوماتی چارٹس CHARTS اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے غزوات کے نقشے بھی تیار کئے۔ چارٹوں میں حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات وغیرہ نہایت خوبصورت انداز میں ایک خادم نے تحریر کئے۔ جو نمائش کی رونق کو بڑھانے کے علاوہ معلومات بڑھانے کا باعث بنے۔

ان چارٹوں میں ایک دلچسپ حصہ قابَ قَوْسَیْنِ کی تشریح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اقتباس اور مقام محمدیت کے عنوان سے دو قوسوں کو نمایاں طور پر بورڈ کے اوپر روغن سے تیار کر کے پیش کیا گیا۔ یہ بورڈ بھی ایک خادم نے تیار کیا۔

۵۔ نمائش کے لئے کتب کا مہیا کرنا۔

نمائش کو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنانے کے لئے کتب کے مہیا کرنے میں بھی خدام نے نہایت جاں فشانی اور دلچسپی سے کام کیا۔ چنانچہ مختلف لائبریریوں اور معززین سے سینکڑوں کی تعداد میں سیرت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر کتب اکٹھی کیں۔

۷۔ جائے نمائش پر نمائش کے دوران سیرت النبی صلعم پر ایک عظیم الشان پبلک جلسہ کا انتظام

مورخہ ۱۵؍جون ۱۹۶۹ء بروز اتوار سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایک عظیم الشان پبلک جلسہ کے لئے خدام نے جائے نمائش پر ضروری انتظامات کئے۔ جن میں بندر روڈ پر جلسہ گاہ کی تیاری، لاؤڈ سپیکر اور بجلی کی فراہمی۔ پانی پلانے کا انتظام وغیرہ شامل تھے۔

بیس خدام نے اس پبلک جلسہ کے انتظامات میں حصہ لیا۔ اس عظیم الشان جلسہ کی خبر اخبارات میں شائع کروائی گئی۔ اور ریڈیو پاکستان کراچی سے بھی نشر کروانے کا انتظام کیا گیا۔

عبدالرشید سماٹری بی۔ اے
نامہ نگار خصوصی ماہنامہ خالد
برائے کراچی
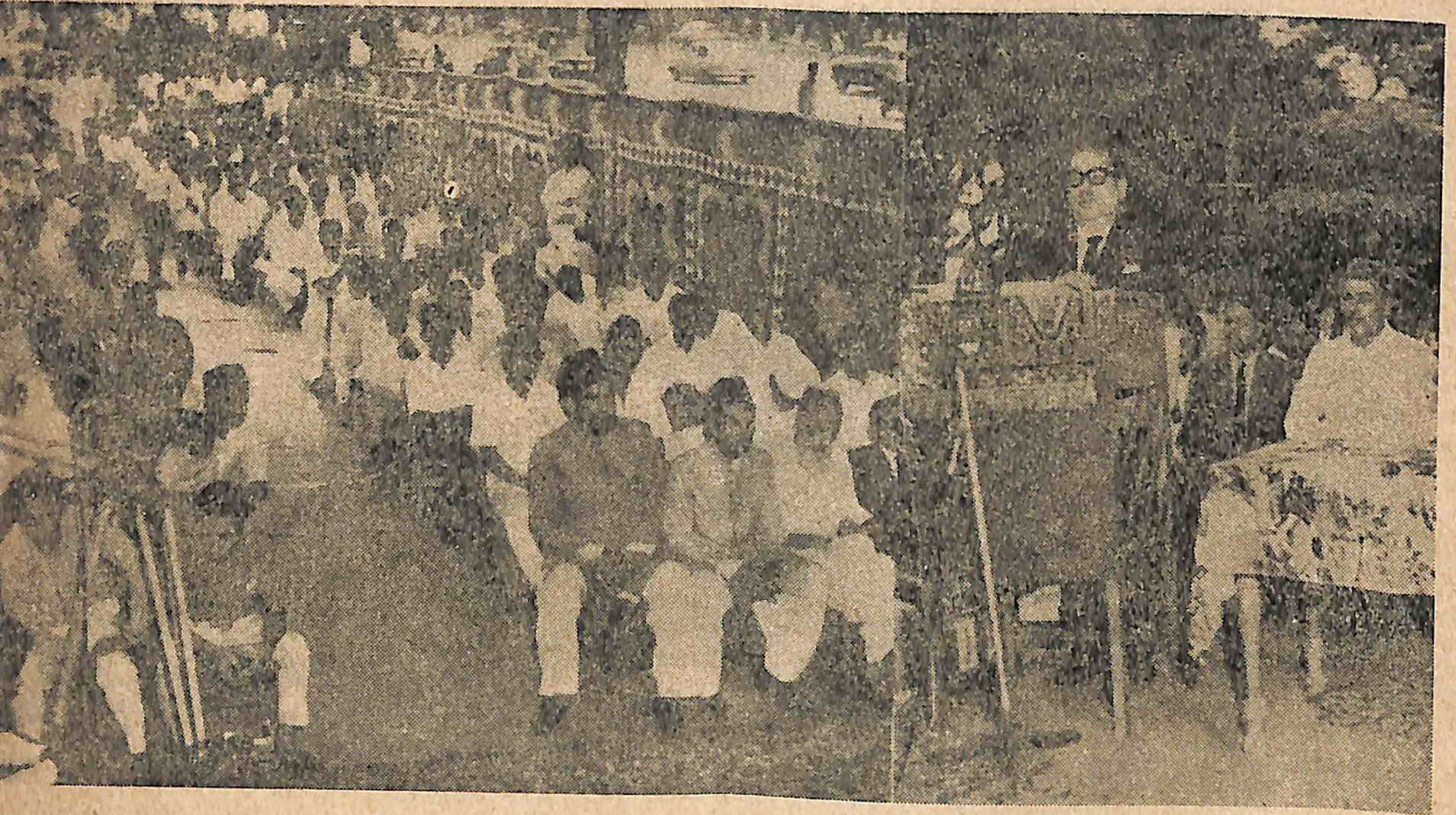
محترم چیف جسٹس قدیرالدین صاحب
کراچی میں نمائش کتب سیرت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
کی افتتاحی تقریب میں حاضرین سے خطاب فرمارہے ہیں

ممبران مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ
ضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ کے ہمراہ

ائیں سے بائیں (کرسیوں پر) حبیب اللہ صاحب - حمیدالدین احمد صاحب - محمد الیاس صاحب - منظور احمد
صاحب شاد - چوہدری احمد مختار صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی - حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ
المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ - عبدالشکور صاحب اسلم
قائد مجلس - ظفر احمد صاحب - شمس الدین صاحب التمش - مبشر احمد صاحب باجوہ -
ائیں سے بائیں (کھڑے ہوئے) ظفراللہ - چوہدری وسیم احمد صاحب ناصر - چوہدری مہردین صاحب
عبدالمجید صاحب طاہر - عبدالمومن صاحب محمود - رفاقت اللہ خالصاحب - سید امین شاہ صاحب
محمد یعقوب صاحب - عبداللطیف صاحب خادم - خالد سعید صاحب -

مکرم امین اللہ خاں صاحب سالک

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیدا کردہ انقلاب

"جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے ..... ایسے شخص جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں ..... اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا ..... مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا۔ قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے"۔ (اخبار وکیل امرتسر بحوالہ سلسلہ احمدیہ)

یہ ہیں وہ الفاظ جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر ایک مشہور غیر از جماعت لیڈر نے بے ساختہ اپنے اخبار میں شائع کئے۔

واقعی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک عظیم انقلاب بپا کیا۔ آپ نے مسلمانوں میں عام پھیلی ہوئی مایوسی کے احساسات کو دور کیا اور مسلمانوں کے دلوں کو غلبۂ اسلام کی روح سے سرشار کیا۔ آپ نے عقائد کی اصلاح کا آسمانی فریضہ سرانجام دیا۔ آپ نے غیر مذاہب کے حملوں کا جواب دینے کے لئے مسلمانوں کو دلائل قاطعہ سے مسلح کیا آپ نے زندہ خدا، زندہ رسولؐ اور زندہ کتاب کے حقائق اجاگر کئے۔ آپ نے اپنے متبعین کے دلوں کو اس یقین سے معمور کیا کہ

(۱) حی و قیوم خدا آج بھی اپنی تمام صفات کی تجلّی فرماتا ہے

(۲) اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر فرما دیا ہے کہ اسلام غالب آئے گا۔

(۳) اور اسلام کا یہ غلبہ تنظیمی لحاظ سے جماعت احمدیہ کے ذریعہ رونما ہو گا۔

بنی نوع انسان دو قسم کے انقلابات دیکھ رہے ہیں۔

۱- دنیوی انقلاب

۲- مذہبی انقلاب

دنیوی انقلابات میں پانچ عظیم الشان تحریکات یہ تھیں۔

۱- آرین تحریک - (۲) رومن تحریک (۳) ایرانی تحریک (۴) بابلی تحریک (۵) اور موجودہ زمانہ کی مغربی تحریک۔

مذہبی تحریک کے سات عظیم الشان ادوار یہ ہیں۔ پہلا دور آدم کی تحریک۔ دوسرا دور نوح کی تحریک۔ تیسرا دور ابراہیمی دور۔ چوتھا موسوی دور اور اس کا پیغام۔ پانچواں عیسوی دور اور اس کا پیغام چھٹا دور محمدی اور اس کا پیغام۔ ساتواں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں احیائے تعلیم مصطفوی کا دور۔

انقلاب موجودہ نظام کو کلیتہً رد کرنے اور اس کی بجائے ایک نئے نظام کے قیام کا نام ہے کسی کتاب کی مُردہ تعلیم کو زندہ کرنے کا نام بھی انقلاب ہے۔

اسلامی اصطلاح میں انقلاب کو قیامت الساعۃ اور نئی زمین اور نئے آسمان کی بنا بھی کہا جاتا ہے

مغرب کے کئی عیسائی مفکرین اپنے دنیوی انقلاب کے لئے ناجائز ذرائع کو نہ صرف روا سمجھتے ہیں بلکہ انہیں بروئے کار لاتے ہیں۔

مذہبی انقلاب کا نہ صرف مقصد ہی اعلیٰ و ارفع ہوتا ہے بلکہ اس انقلاب کے ظہور کے لئے بھی مقدس ذرائع استعمال ہوتے ہیں۔

یہ مذہبی انقلاب صرف الٰہی روحانی شخصیات کے ذریعہ رونما ہوتا ہے جنہیں خدا تعالیٰ اس امر کی انجام دہی کے لئے منتخب فرماتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ رُونما ہونے والے انقلاب کے متعلق خدا تعالیٰ نے آپ کو کشف دکھایا۔ اس کشف میں آپ فرماتے ہیں:-

"ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں"۔ (تذکرہ صفحہ ۱۹۶)

"چشمۂ مسیحی" میں آپ اس کشف کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"اس کشف کا مطلب یہ تھا کہ خدا میرے ہاتھ پر ایک ایسی تبدیلی پیدا کرے گا کہ گویا آسمان اور زمین نئے ہو جائیں گے اور حقیقی انسان پیدا ہوں گے"۔

(چشمۂ مسیحی صفحہ ۳۵ حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو انقلاب حقیقی کے متعلق الہام ہوا کہ

"آسمانی بادشاہت"

(تذکرہ ۶۲۲)

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پیشخبری بھی دی کہ یہ انقلاب تدریجی ہوگا۔ چنانچہ آپ کو الہام ہوا۔

کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْأَہٗ فَاٰزَرَہٗ

فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی
سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ
لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ ؕ
وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ
مَّغْفِرَۃً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا۔

(فتح ع۴)

کہ مسیح موعودؑ کا انقلاب پودے کی نشوونما کی طرح چار ادوار پر مشتمل ہوگا۔

اوّل ۔ روئیدگی
دوم ۔ پختگی
سوم ۔ استغلاظ
چہارم ۔ استواء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انقلاب کا مقصد دین کا احیاء اور قیام شریعت ہے آپ کا مشن مادیت کا استیصال اور غلبۂ اسلام ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انقلاب حقیقی اپنے مناسب وقت کے ساتھ ساتھ درجہ بدرجہ ظہور پذیر ہو رہا ہے۔ مسلمان جب مایوسی اور ناامیدی کا شکار تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان پر آشوب ایام میں خدائے علیم و خبیر سے خبر پا کر ایک خوشکن انقلاب کی بشارت دی۔

"اے تمام لوگو سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور برہان کے رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا۔ اور ہر ایک کو جو اس کو معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پرسوز دعاؤں اور شب و روز کی مساعی سے خدا تعالیٰ کے فضل سے اسلام کی عظمت اور شوکت ایک بار پھر دنیا پر ظاہر ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عقائد کی دنیا میں ایک عظیم انقلاب پیدا کیا۔ آپ نے غلط عقائد کی اصلاح کی۔

مسلمان احساس کمتری پیدا کرنے والے غلط عقائد اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے تھے۔ حیات عیسیٰ کے مصنوعی عقیدہ نے مسلمانوں کی ذہنیت کو پست کر رکھا تھا۔ عیسائی اس نظریہ سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے تھے۔ اس سے وہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

پر حضرت عیسےٰؑ کے تفوّق کے اثرات پیدا کر رہے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حیاتِ عیسیٰ کے عقیدہ کو بدلائل باطل قرار دیا۔ آپ نے ظاہری طور پر حضرت عیسےٰؑ کے آسمان سے نزول کو بھی غلط ثابت کیا۔ آپ نے فرمایا:۔

"۔۔۔ یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مرینگے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسےٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالیگا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسےٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا۔ اور ایک ہی پیشوا۔ مَیں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھیگا۔ اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے"۔

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۶-۶۷)

تعلیم یافتہ لوگوں میں سے بہت سے افراد حضرت عیسیٰ کو اب مُردہ ہی یقین کرتے ہیں۔ اور کئی دوسرے افراد اب اس مسئلہ میں دلچسپی ہی نہیں رکھتے۔

اسی طرح نسخ قرآن مجید کے مسئلہ میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کفر کا فتویٰ لگائے جانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ قرآن مجید میں ناسخ و منسوخ کے قائل نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ سارا قرآن مجید ہی قابلِ عمل ہے اور منسوخ سمجھی جانے والی آیتوں کے آپ نے عجیب معارف بیان فرمائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انقلاب کے فیض سے آج ہر شخص یہ یقین رکھتا ہے کہ قرآن کی کوئی آیت منسوخ نہیں۔

عقائد کی اصلاح کے بارہ میں اسی قسم کا

صورتِ حال یورپ اور امریکہ میں ہے۔

گذشتہ صدیوں میں یورپ نے علم کے اصول مسلمانوں سے سیکھے مگر یورپ کے عوام کو اس حقیقت سے آگاہ نہ ہونے دیا گیا۔ کہ وہ مسلمانوں کے مرہونِ منت ہیں۔ آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات کی بدولت مغرب کے عیسائی کئی غلط نظریات سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں۔ اگرچہ ان میں سے ایک کثیر تعداد اس تبدیلی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف اپنی غفلت کے باعث منسوب نہیں کر رہی۔ لیکن حقیقت حال یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پُرحقائق تعلیمات اس تبدیلی کا باعث بن رہی ہیں چنانچہ آج ہزاروں عیسائی عیسائیت کے ایک بنیادی عقیدہ یعنی تثلیث کی تردید کر چکے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک عظیم فیض یہ ہے کہ آپ نے مسلمانوں کی روحانی تنظیم کی بنیاد رکھی آپ نے مسلمانوں کے سامنے مسئلہ نبوت اور خلافت پیش کیا۔ آپ کے ہاتھ پر آپ کے تمام متبعین نے بیعت کی۔ آپ کو ہمیشہ کے لئے واجب الاطاعت تسلیم کیا اور اس طرح اسلامی نظام کی برکات سے وہ اور ان کی اولادیں متمتع ہوئیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیدا کردہ انقلابی لٹریچر کے ذریعہ مسلمان غیر مذاہب کے حملوں کا جواب دینے کے لئے مسلح ہو گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آریوں کے خلاف زبردست دلائل پیش کئے۔ اور روحانیت کے لئے اپنا وجود پیش کیا آپ نے عیسائیوں کے اعتراضات کے دندان شکن جوابات دیئے اور روحانی مقابلہ کے لئے اپنا وجود پیش کیا۔ جین مت۔ دہریہ وغیرہ کے خلاف بھی آپ نے دلائل کی بہت بڑی مقدار مہیا کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

"اور خدا تعالےٰ کے اس دعویٰ کی عملی اور زندہ دلیل میں ہوں۔ ان نشانات کے ساتھ جو خدا تعالےٰ کے محبوبوں اور ولیوں کے قرآن شریف میں مقرر ہیں۔ مجھے شناخت کرو۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۹۶-۱۹۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے پیدا کردہ انقلاب میں اس امر کی وضاحت فرمائی کہ قرآن مجید زندہ کتاب ہے۔ اس میں کوئی نسخ نہیں۔ بے ترتیبی نہیں۔ واقعات محض قصوں کے طور پر بیان نہیں ہوئے بلکہ ان واقعات کے بیان میں عظیم پیشگوئیاں ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زندہ رسول ہیں۔ کوئی اور نبی آپؐ سے افضل نہیں۔ آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کا امتی بلند مقامات حاصل کر سکتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا:۔

"اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے۔ اور اتم و

اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء
اور خیر الناس ہیں۔ جن کی پیروی سے
خدا تعالیٰ ملتا ہے اور ظلماتی پردے
اُٹھتے ہیں۔ اور قرآن شریف جو سچّی
اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل
ہے جس کے ذریعہ سے حقانی علوم
اور معارف حاصل ہوتے ہیں اور
بشری آلودگیوں سے دل پاک
ہوتا ہے اور انسان جہل اور غفلت
اور شبہات کے حجاب سے نجات
پاکر حق الیقین کے مقام تک پہنچ
جاتا ہے۔"

(براہین احمدیہ صفحہ ۵۳۵ حاشیہ در حاشیہ ۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیدا کردہ انقلاب
کیا ہے ــــ آپ کے متبعین کے دلوں میں وہ
زندہ یقین ــــ جو پہاڑوں سے بھی زیادہ مستحکم
تھا ــــ وہ زندہ یقین ــــ جسے نہ تو حرص و ہوا،
اور نہ ہی خوف و خطر ــــ کبھی متزلزل کر سکا۔

مسیح موسوی کا حواری یہودا اسکریوطی چند
سکّوں کے عوض غدار بن گیا۔ مسیح محمدی کا ایک
پیرو سر مقتل وفا سے دامنگیر رہا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیدا کردہ
انقلاب ایک "اسمی" اور "رسمی" انقلاب نہیں
یہ انقلاب ایک حقیقی انقلاب ہے۔ شاہزادہ
عبد اللطیف اس انقلاب کا ایک درخشندہ ستارہ ہے۔

اس مضمون کے اختتام پر اس جان نثار شخصیت
کا دردناک واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کے الفاظ میں پیش خدمت ہے:-

"...... اور پھر امیر نے حکم دیا کہ
شہید مرحوم کے ناک میں چھید کرکے
اس میں رسّی ڈال دی جائے اور
اس رسّی سے شہید مرحوم کو کھینچ کر
مقتل یعنی سنگسار کرنے کی جگہ
تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ اس
ظالم امیر کے حکم سے ایسا ہی کیا
گیا۔ اور ناک کو چھید کر سخت
عذاب کے ساتھ اس میں رسّی ڈالی
گئی۔ تب اس رسّی کے ذریعہ سے
شہید مرحوم کو نہایت ٹھٹھے ہنسی اور
گالیوں اور لعنت کے ساتھ مقتل
تک لے گئے۔ اور امیر اپنے تمام
مصاحبوں کے ساتھ اور مع قاضیوں
مفتیوں اور دیگر اہلکاروں کے
یہ دردناک نظارہ دیکھتا ہوا مقتل
تک پہنچا اور شہر کی ہزارہا مخلوق
جن کا شمار کرنا مشکل ہے اس
تماشا کے دیکھنے کے لئے گئی۔
جب مقتل پر پہنچے تو شاہزادہ مرحوم
کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا۔.....
جب ایسی نازک حالت میں شہید مرحوم نے

بار بار کہدیا کہ میں اپنے ایمان کو جان پر مقدم رکھتا ہوں۔ تب امیر نے اپنے قاضی کو حکم دیا کہ پہلا پتھر تم چلاؤ کہ تم نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ قاضی نے کہا کہ آپ بادشاہ وقت ہیں آپ چلاویں تب امیر نے جواب دیا کہ شریعت کے تم ہی بادشاہ ہو۔ اور تمہارا ہی فتویٰ ہے اس میں میرا کوئی دخل نہیں۔ تب قاضی نے گھوڑے سے اُتر کر ایک پتھر چلایا جس پتھر سے شہید مرحوم کو زخم کاری لگا۔ اور گردن جھک گئی پھر بعد اس کے بدقسمت امیر نے اپنے ہاتھ سے پتھر چلایا۔ پھر کیا تھا اس کی پیروی سے ہزاروں پتھر اس شہید پر پڑنے لگے اور کوئی حاضرین میں سے ایسا نہ تھا جس نے اس شہید مرحوم کی طرف پتھر نہ پھینکا ہو۔ یہاں تک کہ کثرت پتھروں سے شہید مرحوم کے سر پر ایک کوٹھہ پتھروں کا جمع ہو گیا۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۵۸-۵۹)

راستی کے لئے یہ قربانی، یہ روح جانفشانی۔ یہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیدا کردہ انقلاب!

منور احمد انیس
مدیر اعلیٰ المنار (انگریزی)

کوئی ہے ——؟

ستاروں نے کب جھلملانا شروع کیا —؟ عناصر کے ملاپ میں زندگی کی دھڑکنیں کب شامل ہوئیں —؟ آج جوہر کی کونسی سالگرہ کا دن ہے —؟ کہکشانی جھرمٹوں سے نور کی بارش کب سے ہو رہی ہے —؟ نور کی ابتداء کب ہوئی؟ کیسے ہوئی —؟ جوہروں کے آدم و حوّا کون تھے —؟ وقت کی باہیں کب سے کائنات کے واقعات کو سہارا دیئے ہوئے ہیں۔ خود وقت کا آغاز کب ہوا —؟

زمانہ قبل مسیح کے دانشوروں کے بوئے ہوئے فکر و فن کے بیج آج تناور درخت بن چکے ہیں اور ان درختوں سے بے شمار ہری بھری شاخیں پھوٹی ہیں۔ انسان آج — صدیوں سے سربستہ مادی اکائی جوہر ATOM کا جگر چیرے، خلائے بسیط میں، اپنے بے مثال شعور سے پر پرواز لئے محوِ سفر ہے — ان دیکھی — انجان منزلوں کی طرف — ! تجسّس، فہم و ادراک کی لگن، اور ان تھک محنت نے جوہروں کے اس تسلسل کو جو عقل و شعور کا سینہ دہ ماتھے پر سجائے ہے — نظامِ شمسی کے ایک گمنام اور معمولی سیارچے کے خول سے نکال کر کائناتی افق کے بے مثال سفر پر روانہ کر دیا ہے۔

سائنسی علوم نے حالیہ صدی میں حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ مادی دُنیا کا شاید ہی کوئی کونہ بچا ہو۔ جسے سائنس کے کسی کولمبس نے دریافت نہ کیا ہو۔ گذشتہ بیس برس سے تا دم تحریر حیاتیات۔ طبعیات، کیمیاء اور علوم کی دیگر بڑی شاخوں میں عظیم دریافتیں، ہوئیں۔ فنی علوم اپنی معراج پر ہیں۔ اور نظریاتی و فنی علوم کی دلکش آمیزش نت نئی ایجادات و دریافتوں کی ذمہ دار ہے۔ حالیہ چند برسوں میں ہی انسانی علم میں جتنے گرانقدر اضافے ہوئے ہیں — وہ تہذیب انسانی کے گزشتہ سارے ادوار کے دوران ہونے والے اضافوں سے بالا تر ہیں۔

مادی دریافتوں اور علم و فن کی فراوانی نے تہذیب و تمدن اور سماجی اقدار پر گہرے نقوش ثبت کئے ہیں۔ اسی مادی ترقی کی بنیاد پر انسانی سوچ بچار کے زاویے بدلے اور کائنات کے عظیم نظام کے بارہ میں مختلف مادی نظریات پیش کئے گئے جن کا سلسلہ تا حال جاری ہے۔

فکر و شعور کا اہم موڑ اس وقت آیا جب انسان نے مذہب کو بھی تجربہ گاہ کی میز پر لا ڈالا اور مادی نشتروں سے مذہب کے جسم کا چیر پھاڑ کر مطالعہ کرنے کی کوشش کی تاکہ علم تشریح مذہب" ANATOMY OF RELIGION کی بنیاد رکھ سکے۔

قدیم انسان کی نظر بقول اقبال "خوگرِ پیکرِ محسوس تھی"۔ اسی لئے مظاہرِ فطرت کی پوجا ہوتی رہی۔ ان مظاہر کی ہیبت نے ان انسانوں کو سربسجود رکھا۔ لیکن میں کہوں گا کہ آج کا عظیم دانشور انسان بھی ـــــ کائنات کے رازوں کا ادراک حاصل کر لینے کے باوجود ـــــ خوردبین نما کر بھی ـــــ قدیم انسان سے افضل نہیں بلکہ اسی ذہنی تاریکی کا مالک ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس انسان نے پہاڑوں کے آگے سجدہ کیا اور آج کے انسان نے انہیں روئی کے گالوں کی مانند اڑا ڈالا۔ لیکن سوچ کی نہج اس ارتقاء کے باوجود بھی نہ تبدیل ہو سکی۔ جسمانی ارتقاء کا عمل بڑی تیزی سے ہوا لیکن ذہن کے دریچوں پر جالے تن گئے اور آج کے انسان کی نظر بھی "خوگرِ پیکرِ محسوس" ہو کر رہ گئی۔ اس لئے کہ اس نے ہر چیز، ہر واقعہ اور فطرت کے ہر مظہر کا "جوہری جواز" تلاش کرنا شروع کیا ـــــ وہ ان جوہروں کو ڈھونڈنے نکلا۔ جن کا آمیزہ بقول اس کے مذہب کہلاتا ہے۔

دوسرا اہم موڑ انسانی فکر و شعور میں اس وقت آیا جب انسان مذہب کو مادی چھری سے ذبح کر کے کائنات کے خالق کی تلاش میں نکلا کہ اب اس کی "جوہری ماہیت" کا پتہ چلائے۔ اس کوشش میں مادی دریافتوں کو غلط رنگ دیا گیا۔ اور کائنات کی تخلیق سے متعلق لغو مفروضے قائم کر لئے گئے۔ زندگی کی نمو کو چند کیمیائی عناصر کے متوازن ملاپ کا نام دیا گیا۔ انسان کو ڈارون کے ارتقاء کے کارخانے کی بہترین صنعت کے لیبل سے سجا دیا گیا۔ کائناتی نظام کو کروڑوں صدیوں قبل ہونے والے ایک دلچسپ حادثہ کا نتیجہ کہا گیا۔ کُل کائنات کو گیس کے ایک بہت بڑے گرم گولے سے مشابہت دے کر کائنات کے ارتقاء کی کہانی یوں بیان کی گئی کہ یہ پگھلتا لاوا صدیوں کے عمل میں منجمد ہو کر نظام ہائے کہکشاں میں بدل گیا۔ اور کہ کرۂ ارض بھی اس منجمد مادہ کا ایک قلیل ٹکڑا ہے۔ شعور و لاشعور کے جھمیلے گھڑے گئے اور وحیٔ الٰہی کو ماورائے حسی ادراک

EXTRA SENSORY PERCEPTION

کا نام دے دیا گیا۔ امتحانی نلیوں میں انسانی حیات کی "تخلیق" کی کوشش کی گئی۔ اور پیچیدہ کیمیائی آمیزوں کے ذریعے یہ بات ثابت کرنے کی ناکام کوشش ہوئی کہ حیات محض چند مرکبات کے مخصوص ملاپ کا نام ہے اور یہ حسین اور پُر پیچ ملاپ صدیوں پہلے کسی بھلے وقت میں یونہی اتفاقاً ہو گیا۔ ورنہ حیات کے پسِ پردہ کوئی تخلیقی قوت کارفرما نہیں۔ حیات کی ترتیب دینے والے سالماتی خانے خود بخود عقلمند بنتے گئے

ان نظریات پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ انسانی عقل و شعور اور مادی ترقیات کے تصادم میں ایک خلیج حائل ہے۔ اس لئے کہ ایجادات و دریافتوں کا اطلاق ذہنوں کو جلا دینے کے بجائے ذہنی رَو کو بھٹکانے کا باعث بنا ہے۔ اور کائناتی پہنائیوں کے ایک تاریک گوشے میں ـــــ ایک معمولی سیارچے کے خول میں بند انسان صرف انہی قدر

جان لینے کے بعد امتحانی نلی کا خدا بن بیٹھا ہے لیکن افسوس کہ اس کی تخلیق کا یہ نعرہ کائنات کے ازلی مظاہر سے ٹکرا کر انسان کے لئے بازگشت کے سوا کچھ نہیں۔

سائنسی فرعون۔ کا پجاری کوئی نہیں؟

ان سائنسی مفروضوں سے نتیجہ یہ اخذ کیا گیا کہ خدا نام کی ہستی کا وجود کائنات میں نہیں۔ کائنات کو جنم لئے چند ارب برس گزرے ہیں۔ اور یہ "جوان سال" کائنات خود بخود وجود میں آ گئی۔ کائنات کے وجود میں آنے سے لے کر اب تک سارے کے سارے نظام بلا کسی کے کہے سنے خود ہی عمل پذیر ہیں۔ اور یہ ہر دم پھیلتی ہوئی کائنات آئندہ کروڑوں برسوں کے دوران عظیم حراری مرکزائی THERMONUCLEAR تعاملات کے ذریعے گیسوں کے لامتناہی سلسلوں میں بدل جائے گی۔

سائنسی اندازِ فکر اور حقائق سے نتائج اخذ کرنے کے عمل میں جو خلیج پیدا کی گئی اسے پاٹنے کی کوشش کرنے کی ابتداء اور ارتقاء اور کرہ ارض پر حیات کی نمو کے ان مفروضات کو بار بار سائنسی ترازو میں تولا گیا۔ اور حسابی کلیوں، کیمیائی مساوات، فلسفیانہ گتھیوں اور نئے مکاتیبِ فکر کے ذریعے ان نظریات اور مفروضات کی جڑیں مضبوط کی گئیں۔ اس سارے عمل میں ایک عظیم عنصر کا فقدان رہا اور یہ تمام تر تحقیقات جن کا خمیر سائنسی علوم سے اٹھا خود اپنے ہی منبع کی نفی کرتی رہیں۔ اس بات کا اندازہ یوں لگتا ہے۔ کہ سائنس ـــ اسرار، تحقیق اور تجسس کی مثلث سے عبارت ہے۔ تمام سائنسی علوم کائنات کے نظم وضبط کی تشریح کرتے ہیں۔ ایک ایسا عظیم نظم کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ اور درحقیقت یہی نظم سائنس کا ایندھن ہے۔ لیکن تعجب خیز بات یہ ہے کہ نظم وضبط کی یہی دریافت انسان کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے کہ یہ سب کچھ محض ایک دلچسپ حادثہ کا نتیجہ ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

ذرا اس عظیم کائنات میں انسان کے مادی مقام کو دیکھئے۔ روشنی اب تک کی دریافتوں کے مطابق کائنات کی تیز ترین شے ہے۔ جس کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار تین سو چوبیس میل فی سیکنڈ ہے۔ روشنی ایک سال میں تقریباً چھ ٹریلین (TRILLION .... ۶,۰۰۰) میل کا فاصلہ طے کر لیتی ہے۔ جگمگ جگمگ کرتے ستارے دراصل کہکشانی خاندانوں کے افراد ہیں۔ اور یہ کرہ ارض سے اور اپنے ہمسایوں سے اتنے عظیم فاصلوں پر واقع ہیں کہ ان فاصلوں کو میلوں میں ناپنا بہت دشوار ہے۔ اس لئے علم فلکیات میں ان ستاروں اور کہکشاؤں کے فاصلوں کو ماپنے کے لئے روشنی کو اکائی تصور کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک۔ نوری سال LIGHT YEAR سے مراد وہ فاصلہ ہے جو روشنی ایک سال میں طے کرے۔ جس ستارہ سے روشنی ایک سال میں کرہ ارض پر پہنچتی ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ چھ ٹریلین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اب ذرا اندازہ

لگایئے کہ کائنات (اب تک کی بصری اور ریڈیائی دوربینوں سے دریافت ہونے والی) میں کروڑوں کہکشانی نظام ہیں۔ جن میں باہم کروڑوں نوری سال کا فاصلہ ہے اور خود ہر کہکشانی نظام میں واقع کئی لاکھ ستاروں کے درمیان لاکھوں نوری سال کا فاصلہ ہے۔ آج جب آپ جگمگاتے آسمان کو دیکھتے ہیں تو دراصل آپ کروڑوں برس قبل ماضی میں سفر کر رہے ہوتے ہیں۔ کیونکہ برہنہ آنکھ سے دکھائی دینے والے ستاروں کی روشنی غالباً اس وقت اپنے سفر پر روانہ ہوئی تھی جب ابھی انسان بھی کرۂ ارض پر نمودار نہ ہوا تھا۔ اور بے شمار کہکشانی نظام ایسے ہیں جن کے مشمولہ ستاروں کی روشنی اب تک کرۂ ارض تک نہیں پہنچی اور غالباً آئندہ لاکھوں برس تک بھی نہ پہنچے سوچئے کہ مادہ MATTER اس قدر عظیم مقدار میں کائنات کی لامتناہی پہنائی میں کیوں بکھرا ہوا ہے ــــ؟ یہ عظیم مقدار کس طرح معرضِ وجود میں آئی ــــ؟ وہ کونسی عظیم قوتیں ہیں جو اس مادے کو ان نظاموں میں جکڑے ہوتے ہیں ــــ؟ آخر مادے کے یہ عفریت ٹکراتے کیوں نہیں ــــ؟ کیا وجہ ہے کہ ان نظاموں میں ایسے طوفان نہیں اُٹھتے جو کہ سب کچھ جلا کر بھسم خاکستر کر دیں ــــ؟ کیا وجہ ہے کہ یہ کہکشانی سلسلے انتہائی نظم و ضبط کے ساتھ قائم ہیں۔ بڑا ہی انوکھا حادثہ ہوا جس نے اس خوبصورتی و فن سے انہیں جنم دیا کہ اب دوبارہ کوئی حادثہ وقوع پذیر نہیں ہوا۔ بڑی عجیب سی بات ہے کہ سائنسی مفروضوں کو صحیح تسلیم کرنے کے لئے یہ مان لیا جائے۔ کہ ان نظاموں کی تخلیق ایک حادثہ تھی ــــ

اور اب ذرا کائنات کی عظمت کا موازنہ کیجئے، کائنات کے ایک گمنام گوشے میں رنگ، نسل، قومیت، مذہب کے جھگڑوں میں الجھے ہوئے انسان سے ــــ! اس انسان سے جو اس عظیم تخلیق کا تمسخر اڑاتا ہے۔

زندگی کی مثال لیں۔ صرف ایک خوردبینی خلیہ نشوونما کے ادوار سے گزر کر ایک بھرپور زندہ جسم کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ خلیہ کے مرکزہ میں بند لونی اجسام CHROMOSOMES جسم کے ایک ایک عضو کی تشکیل کا نقشہ مرتب کرتے ہیں اور اس کی صحیح نشوونما کی راہ کا تعین کرتے ہیں۔

تمام زندہ اشیاء کے خلیئے کیمیاوی لحاظ سے یکساں ہیں یعنی تمام زندہ اشیاء ایک بنیادی مادہ PROTOPLASM سے مرکب ہیں۔ جو چند کیمیائی عناصر کی آمیزش ہے لیکن انہی گنتی کے چند عناصر کے ملاپ کے طریقے اس حد تک مختلف ہیں کہ ایک مخصوص ملاپ اگر یک خلوی جانور AMOEBA کو جنم دیتا ہے تو دوسرا ملاپ انسانی جسم کی صورت اختیار کرتا ہے۔ خلیہ کی نشوونما اور خلیہ سے اجسام کی پیدائش تخلیقِ حیات کا ایک حیرت انگیز کرشمہ ہے۔ یہاں بھی کائنات کا

ازلی نظم وضبط کار فرما ہے۔ ناممکن ہے۔ کہ مرغی کے خلیے سے ہاتھی کا جنم ہو۔ یا انسانی خلیہ مچھلی کی تشکیل کرے اگر زندگی کی نمو چند عناصر کے تعاملات کے نتیجے میں اتفاقاً ہو گئی تو کیا وجہ ہے کہ اب تک ــــ صدیاں بیت جانے کے بعد بھی ــــ کوئی غیر معمولی واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا۔ جو اس مفروضہ کو صحیح ثابت کر سکے۔ امتحانی نلی میں اگر کیمیائی عناصر کے ذریعے زندگی کے بنیادی عناصر کو ملا کر حیاتیاتی طور پر فاعل ترشہ پیدا کر لیا گیا ہے۔ تو اس سے مراد یہ نہیں کہ اسی طور اتفاق سے ان عناصر نے مل کر زندگی کو جنم دیا۔ واضح رہے کہ ان تجربات کو انتہائی پیچیدہ آلات کے ذریعہ کیا گیا اور امتحانی نلی میں فاعل ترشہ پیدا کرنے کے لئے خاصی عرق ریزی کرنا پڑی۔ کیونکہ فاعل ترشہ کی پیدائش ایک مخصوص نظم اور مخصوص ماحول کی متقاضی ہے۔ جبکہ یہی مخصوص نظم و ماحول مہیا کرنے والا انسان اس ماحول کی پیداوار کو حادثاتی قرار دے اور خود اپنے ہی تجربات کی روح کی نفی کر دے۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ سائنسی ترقی انسان کو کائنات کے خالق سے قریب تر لانے کا باعث بنتی۔ یہ علوم اسے کائنات کی روح کا بہتر تر ادراک عطا کرتے ــــ کائنات کی عظمت انسان

کو اس کے خالق کے سامنے سرنگوں کر دیتی ہے مگر افسوس
کہ یہی ترقی انسان کو صحیح راہ سے دور لے گئی۔ وہ
مادی ترقی پر اس قدر اعتماد کر بیٹھا ہے۔ کہ
اگلی چند صدیوں میں ارتقاء کے بھرپور دور کی
پیشگوئی کرتے ہوئے ـــــ سائنسی اور فنی علوم پر
بھروسہ کرتے ہوئے ـــــ اسے امید ہے کہ انسان
اپنی تمام ضروریات کے لئے فطرت کا محتاج نہ ہوگا
وہ اپنے مستقبل کو خود سنوار یا بگاڑ سکے گا۔ اور
مظاہر فطرت پر اس کے کنٹرول میں زبردست
اضافہ ہوگا۔

بہت سی سائنسی پیشگوئیاں احمقانہ معلوم
ہوتی ہیں۔ شروع میں لوگ ماننے سے انکار کر دیتے
ہیں مثلاً آج سے دس برس قبل تسخیر قمر کی پیشگوئی
محض تمسخر کا نشانہ تھی۔ مگر آج ایک زندہ حقیقت
ہے۔ یہ کہنا غلط ہوگا کہ آئندہ برسوں میں سائنسی
ترقی کسی بحران کا شکار ہو جائے گی۔ سائنس ترقی
پذیر رہے گی۔ اور کائنات کے سربستہ رازوں کو
نمایاں کرنے کا عمل اسی زور و شور سے جاری رہے گا۔
لیکن حدبندیاں علوم کی راہ میں مانع رہیں گی ـــــ
چند ایسی حدبندیاں جنہیں توڑنا انسان کے لئے
نہ آج ممکن ہے۔ نہ مستقبل میں ہوگا۔ سائنسی علوم
و تحقیق کے دوران ہر علم کی مخصوص حدبندیاں موجود
ہیں۔ لیکن ان حدبندیوں کے علاوہ سب سے بڑی
رکاوٹ خود انسانی دماغ ہے۔ کائنات کی
تمام تر اشیاء کا ادراک محض حواس خمسہ کے
ذریعہ کیا جا سکتا ہے۔ (وحی اور الہام کو چھوڑتے
ہوئے) یہ ادراک ضروری نہیں کہ فطرت کے قوانین
سے ہم آہنگ ہو۔ پھر مشاہدہ کی بنیاد پر اخذ
کئے جانے والے نتائج کی صحت کی ضمانت بھی
کیا ہے ـــــ؟ علاوہ ازیں طبعی قوانین سے ماخوذ
علوم کی روح و فلسفہ ـــــ انسانی سوچ و بچار
کا نتیجہ ہے۔ اور اسے ازلی فطری قوانین پر منطبق
نہیں کیا جا سکتا۔

ان علوم کی بنیاد پر اگر خالق کائنات
کے وجود سے انکار کیا جائے تو اس کی مثال بالکل
ان چیونٹیوں کی سی ہے جو زمین کی تاریک راہداریوں
میں گھس کر گھپ اندھیرے کو دیکھ کر آسمان کے وجود
کی منکر ہو جاتی ہیں۔ اور اپنے تاریک غار ہی کو
کائنات سمجھ بیٹھتی ہیں۔ اگر آج مادی علوم کے
ذریعے خدا کے وجود سے انکار کیا جا رہا ہے۔
تو ان علوم کو علوم کہنا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ
یہ تو انسان کو جہالت کے اندھیروں میں دھکیل
رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان علوم کا
صحت مندانہ اطلاق ہو۔ تاکہ انسان خالق ازلی
و ابدی کی عظمت سے متعارف ہو سکے۔ وہ کائنات
کو ایک دلچسپ حادثہ قرار نہ دے بلکہ اس
نظام کو سمجھے۔ اور اس عظیم کائنات میں اپنی
منزل کا تعین کر سکے۔ تمام علوم کا صحت مندانہ
اطلاق انسان کے لئے ایک بہتر تر حیات کی ضمانت
ہے۔ یہ اطلاق انسانی زندگی کو محض کیمیائی مساوات ۴۴
۴۴ کے دائرہ سے نکالکر زندگی کو بامعنی بنادیگا اور انسان جان لیگا کہ اس کائناتی نظم و ضبط کے پس پردہ صرف اور صرف دستِ قدرت خداوندی کا ہاتھ ہے

عبدالسلام صاحب اسلام ۔ لائلپور

حسنِ قدرت

رہگزاروں، چاندناروں، لالہ زاروں میں وُہی
مرغزاروں، کوہساروں، آبشاروں میں وُہی

رنگا رنگ کے بھیس میں ہے حُسنِ قدرت کی نمود
موسمِ باراں میں، پت جھڑ میں بہاروں میں وُہی

ہے وہی سیمیں بدن مضمر شبِ مہتاب میں
لالہ رُخ بن کر شفق کے لالہ زاروں میں وُہی

ٹکٹکی باندھے ہوئے ہے چشمِ نرگس میں وہ کون؟
کرتا ہے چشمک زنی ہر شب ستاروں میں وُہی

ہے تخیل میں، تصوّر میں، وہ اُڑتا، گھومتا
درد کی تاثیر شاعر کے اشاروں میں وُہی

دستِ شفقت پھیرتا ہے کون مادر کی طرح!
صورتِ تسکیں یتیموں، بے سہاروں میں وُہی

شورش و ہنگامہ خیزی، ہر دیار و شہر میں
اور چُپ سادھے کھڑا ہے کوہساروں میں وُہی

دامنِ دل کھینچتا ہے کون سُوئے کوہ و دشت
دیکھنے والوں میں بھی شامل نظاروں میں وُہی

فن دکھاتا ہے اسی کا وہ بیا کا گھونسلا
شانِ تنظیمی سے کونجوں کی قطاروں میں وُہی

ہے وہی اسلام کے نغموں میں مانندِ سرور
سوز کی صورت ہے سازِ دل کے تاروں میں وُہی

مکرم محمد عمر دراز صاحب تنویر۔ لائلپور

فلسفۂ دُعا

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت سے قبل مسلمانوں میں جہاں اور بہت سی برائیوں نے جنم لیا وہاں مسلمانوں کے بعض فرقوں میں یہ فاسد خیال بھی پیدا ہو گیا کہ دعا ذریعۂ حصولِ مقصود نہیں ہو سکتی اور نہ مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اس کا کچھ اثر ہے۔

کیونکہ حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ نے بطور حکم مبعوث فرمایا تھا۔ اس لئے آپ نے بڑے زور سے اس فاسد خیال کو باطل ثابت کر دکھایا اور صرف یہی نہیں بلکہ ذاتی تجربہ سے دنیا پر روزِ روشن کی طرح یہ ثابت کر دیا کہ دعا ایک زبردست ہتھیار ہے اور دعا کے بغیر ایک مومن روحانی طور پر زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔

انسان ہر آن خدا تعالیٰ کا محتاج ہے اور جب تک وہ مالکِ کل اور خالقِ حقیقی کے آگے سربسجود نہ ہو اور اس کے فضل کو طلب نہ کرے وہ حقیقی معنوں میں خدا تعالیٰ کا عبد نہیں بن سکتا انسان کو اپنے نفس کی پاکیزگی کے لئے بھی دُعا کی ضرورت ہے اور روحانی ترقی کے لئے بھی دعا کی ضرورت ہے۔ غرضیکہ انسان اس بات کا محتاج ہے کہ وہ اپنے خالق حقیقی کے آگے گڑگڑائے اور آہ وزاری سے اس کے فضل کو کھینچے تا وہ اس غرض کو پورا کر سکے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس کی پیدائش میں رکھی ہے یعنی لیعبدون والی غرض۔ حضرت مسیح موعودؑ ضرورتِ دعا کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"دعا کی ضرورت نہ صرف اس وجہ سے ہے کہ ہم اپنے دنیوی مطالب کو پائیں بلکہ کوئی انسان بغیر ان قدرتی نشانوں کے ظاہر ہونے کے جو دعا کے بعد ظاہر ہوتے ہیں اس سچے ذوالجلال کو پا ہی نہیں سکتا جس سے دل دور جا پڑے ہیں"۔

(ایام الصلح صلا)

خدا تعالیٰ اس بات کا محتاج نہیں کہ کوئی اس سے دعا کرے اس کے خزانے تو بے حساب ہیں وہی ہے جو زمین و آسمان اور جو چیز بھی اس میں پائی جاتی ہے کا پیدا کرنے والا ہے۔ کسی کا دعا نہ کرنا اس کے خزانے میں کمی نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی اس سے اس کی بادشاہت میں فرق آسکتا ہے۔ اسی طرح کسی کا دعا کرنا اس کے خزانے میں زیادتی کا باعث نہیں ہو سکتا۔ قصہ مختصر یہ کہ انسان ہی اس بات کا محتاج ہے کہ وہ دعا کرے۔ اور جو دُعا نہیں کرتا وہ خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔

احادیث کی مستند ترین کتاب "بخاری شریف" میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے ایک روایت درج ہے۔ لکھا ہے:۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
"ذکر الٰہی کرنے والے اور ذکر الٰہی نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مُردہ کی طرح ہے۔ یعنی ذکر الٰہی کرنے والا زندہ ہے اور دوسرا مُردہ۔"

اسی کے بارے میں "مسلم" کی روایت ہے کہ وہ گھر جن میں اللہ تعالےٰ کا ذکر ہوتا ہے اور وہ گھر جن میں خدا تعالےٰ کا ذکر نہیں ہوتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک کشف بھی اس بارے میں ہے۔ لکھا ہے۔ کہ میں نے دیکھا کہ میں ٹہل رہا ہوں اور قریب ہی ایک نالی پر فرشتوں نے بھیڑیں لٹائی ہوئی ہیں۔ اور اس انتظار میں ہیں کہ حکم ہو تو ہم ان کو ذبح کر دیں۔ فرشتوں کے ہاتھ میں چھریاں تھیں۔ اور آسمان سے کسی حکم کے منتظر تھے۔ میں ان کے قریب گیا کہ یہ آیت پڑھی مَا یَعْبَؤُ بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآءُ کُمْ۔
میری یہ بات سننا تھا کہ انہوں نے چھریاں پھیر دیں اور ان بھیڑوں سے کہنے لگے تم کیا ہو؟ گوہ کھانے والی بھیڑیں ہی ہو۔

اس کشف سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو شخص دعا نہیں کرتا وہ گویا گوہ کھانے والی بھیڑوں کے مشابہ ہے۔

احادیث میں ہے کہ حضورؐ اس قدر دعا اور نمازوں میں شغف رکھتے تھے کہ نمازوں میں کھڑے کھڑے آپؐ کے پاؤں سوج جاتے تھے اور آپ تکلیف محسوس کرتے تھے۔ روایات میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک دفعہ آپؐ کی تکلیف کو دیکھکر عرض کیا۔ کہ آپؐ خدا تعالےٰ کو اتنے محبوب ہیں پھر آپؐ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں۔ تو اس کے جواب میں حضورؐ نے فرمایا کہ کیا میں اپنے ربّ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ اس روایت سے عیاں ہے کہ دُعا نماز کا مغز ہے

اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:۔

"سو تم نمازوں کو سنوارو اور خدا تعالیٰ کے احکام کو اس کے فرمودہ کے بموجب کرو۔ اس کے نواہی سے بچے رہو۔ اس کے ذکر اور یاد میں لگے رہو۔ دعا کا سلسلہ ہر وقت یاد رکھو۔ اپنی نماز میں جہاں جہاں رکوع و سجود کا موقع ہے دعا کرو اور غفلت کی نماز کو ترک کر دو۔ رسمی نماز کچھ ثمرات نہیں لاتی اور نہ وہ قبولیت کے لائق ہے نماز وہی ہے کہ کھڑے ہونے سے

سلام پھیرنے تک پورے خشوع و خضوع اور حضور قلب سے ادا کی جائے اور عاجزی اور فروتنی اور انکساری اور گریہ وزاری سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس طرح ادا کی جائے کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو سکے کم از کم یہ تو ہو۔ کہ وہی تم کو دیکھ رہا ہے۔ اس طرح کمال ادب اور محبت اور خوف سے بھری ہوئی نماز ادا کرو۔"

(ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۲۳۶)

"دعا نماز کا مغز اور روح ہے اور رسمی نماز جب تک اس میں روح نہ ہو کچھ نہیں۔ اور روح کے پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ گریہ و بکا اور خشوع و خضوع ہو اور یہ اس وقت پیدا ہوتا ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی حالت کو بخوبی بیان کرے اور ایک اضطراب اور قلق اس کے دل میں ہو۔" (ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۹۳)

دعا کے لئے یہ ایک اصول ہے کہ دعا کرنے والا دعا کرنے سے ہرگز نہ تھکے بلکہ دعا کرتا چلا جائے۔ یہاں تک کہ وہ دعا اللہ تعالیٰ کے فضل کو کھینچ لائے بعض لوگ ایک دو دفعہ دعا کرنے کے بعد تھک کے بیٹھ جاتے ہیں اور بے صبری سے کام لیتے ہیں۔ حالانکہ خدا سمیع الدعاء ہے اور وہ ہر شخص کی سنتا ہے بلکہ اس نے اپنے کلام پاک میں خود فرمایا ہے ادعونی استجب لکم یعنی تم مجھے پکارو میں تم کو جواب دونگا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ نہ سنے اور نہ اس کا جواب دے۔ وہ خدا تعالیٰ تو ایسا شفیق اور محبت کرنے والا ہے کہ اپنے مقدس کلام سے اپنے پیاروں کو سرفراز فرماتا ہے اور حقیقی مومن اس کی آواز کو سنکر زندہ رہتا ہے۔ اگر انسان صبر سے کام لے اور استقامت کے ساتھ دعاؤں میں لگا رہے تو ضرور خدا تعالیٰ اس کی دعا کو شرف قبولیت بخشتا ہے انسان بعض دفعہ نادانی سے کہہ دیتا ہے کہ میری فلاں دعا قبول نہیں ہوئی۔ حالانکہ عین ممکن ہے کہ وہ چیز جس کے لئے وہ دعا کر رہا ہے وہ اس کے لئے نقصان کا باعث ہو۔ اور خدا تعالیٰ اس کو اس کی دعا کے نتیجہ میں کسی اور رنگ میں اپنے فضل سے نواز دے۔

مثنوی مولانا روم میں ایک حکایت لکھی ہے کہ

"ایک سپیرا تھا جس نے ایک ایسا سانپ پکڑا جو کسی اور سپیرے کے پاس نہیں تھا۔ وہ سانپ اس نے نہایت سنبھال کر رکھا ہوا تھا اس کے دوست آشنا آتے تو وہ بڑے شوق سے وہ سانپ ان کو دکھاتا

ایک دن جب وہ صبح کو اُٹھا۔ تو اس نے دیکھا کہ گھڑے میں سے سانپ نکل گیا ہے۔ اب اسے بڑی گھبراہٹ ہوئی اور اس نے خدا تعالےٰ کے حضور رونا اور چلّانا شروع کیا کہ وہ سانپ مجھے مل جائے۔ وہ سارا دن اور ساری رات دعا کرتا رہا۔ جب صبح ہوئی تو ایک شخص آیا اور اس نے بتایا کہ فلاں گھر چلیے۔ کہ وہاں ایک نئی قسم کے سانپ نے ایک شخص کو کاٹا ہے اور وہ مر گیا ہے۔ جب سپیرا وہاں گیا تو دیکھا کہ اسی کا سانپ تھا۔ جب اس نے یہ نظارہ دیکھا تو پھر اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ خدایا میں تو سمجھتا تھا کہ تو نے میری دعا نہیں سنی۔ مگر درحقیقت تو نے میری دعا سُن لی ہے اور اس کا نہ ملنا میرے لئے مفید تھا۔"

(مثنوی مولانا رومؒ دفتر دوم)

لوگ مادی ذرائع کا تو بہت خیال رکھتے ہیں۔ لیکن نادان یہ نہیں سمجھتے کہ دعا ایک زبردست ہتھیار ہے جس سے دل بھی فتح کئے جا سکتے ہیں۔ ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ ان کے محلہ میں شاہی دربار کے

بعض آدمی رات کو گانے بجانے کا شغل رکھتے تھے انہوں نے کئی دفعہ سمجھایا لیکن وہ باز نہ آئے بلکہ انہوں نے شاہی پہرہ داروں کا انتظام کر لیا۔ جب اس بزرگ کو اطلاع ہوئی۔ تو انہوں نے کہا اچھا ہم بھی رات کے تیروں سے اُن کا مقابلہ کریں گے۔ جونہی ان لوگوں نے یہ سُنا وہ دوڑتے ہوئے اس بزرگ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ ان تیروں کے مقابلہ کی ہم میں طاقت نہیں۔

دعا کیا ہے؟ حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ ہیں۔ "دُعا نہایت نازک امر ہے اور اس کے لئے شرط ہے کہ مستدعی اور داعی میں ایسا مستحکم رابطہ ہو جائے کہ ایک کا درد دوسرے کا درد ہو جائے اور ایک کی خوشی دوسرے کی خوشی ہو جائے۔"

"جس طرح شیرخوار بچہ کا رونا ماں کو بے اختیار کر دیتا ہے اور اس کی چھاتیوں میں دودھ اتار دیتا ہے ویسے ہی مستدعی کی حالتِ زار اور استغاثہ پر داعی سراسر رقّت اور عقدِ ہمّت بن جائے۔"

(ملفوظات جلد ا صفحہ ۳۱)

ہر کام کے کچھ آداب ہوتے ہیں۔ دُعا کے بھی بعض آداب ہیں جن کا جاننا اشد ضروری ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ دعا کرنے والا تھک کر بیٹھ نہ جائے۔

۲۔ خدا سے ہرگز ہرگز مایوس نہ ہو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ پر سوءِ ظن نہ کرے کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔

۴۔ دعا کے مراحل اور مراتب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۵۔ تلوّن اور عجلت کو چھوڑ کر ساری تکالیف کو برداشت کرے۔

۶۔ دعا کو نتیجہ خیز حد تک پہنچایا جائے۔

۷۔ قبل از وقت جلدی نقصان دہ ہے۔

قبولیت دعا کے بارے میں حضورؑ نے فرمایا ہے کہ

"اس میں شک نہیں کہ جب انسان خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو اکثر خدا تعالیٰ اپنے بندے کی دعا کو قبول کرتا ہے لیکن بعض دفعہ خدا تعالیٰ اپنی بات منواتا ہے۔۔۔۔ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ ہمیشہ اس کی دعا قبول ہوتی رہے اور اس کی خواہش پوری ہوتی رہے وہ بڑی غلطی کرتا ہے۔"

(ملفوظات جلد ۹)

حضورؑ نے بطور ایک حکَم کے بڑی وضاحت سے یہ فرمایا کہ دعا کیا ہے؟ اس کے آداب کیا ہیں؟ اس کی قبولیت کے کیا طریق ہیں؟ کون سی دُعائیں قبول ہوتی ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ الغرض آپ نے فلسفۂ دعا کے متعلق اپنی تالیفات میں سیر حاصل بحث کی ہے جس کی یہاں خوشہ چینی کی جا رہی ہے۔

آپ نے اپنی جماعت کو بھی نصیحت فرمائی کہ خدا تعالیٰ کے آگے آہ و زاری کرو۔ چنانچہ حضورؑ فرماتے ہیں:-

"ہماری جماعت کو لازم ہے کہ جہاں تک

ممکن ہو ہر ایک ان میں سے تقویٰ کی راہوں میں قدم مارے۔ تا کہ قبولیت دعا کا سرور اور حظ حاصل کرے اور زیادتی ایمان کا حصہ لے۔"

(ملفوظات جلد اوّل ص۱۰۱)

اسی طرح ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا۔
" ہماری جماعت کو چاہیئے۔ کہ وہ تہجد کی نماز کو لازم کر لیں۔ جو زیادہ نہیں وہ دو رکعت پڑھ لے۔ کیونکہ اس کو دعا کرنے کا موقعہ بہر حال مل جائے گا۔"

(ملفوظات جلد ۳ ص۲۴۵)

آج کل عام رواج ہو گیا ہے کہ جب کوئی کسی سے ملتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ میرے لئے دعا کریں۔ خواہ اس نے کبھی نماز بھی نہ ادا کی ہو۔ تو یہ دعا کے آداب کے خلاف ہے۔ لوگ دعا کی حقیقت سے واقف نہیں حضور فرماتے ہیں:۔

" مجھے بارہا افسوس آتا ہے کہ جب لوگ دُعا کے لئے خطوط لکھتے ہیں۔ اور ساتھ ہی لکھ دیتے ہیں کہ اگر دعا قبول نہ ہوئی تو ہم جھوٹا سمجھ لیں گے۔ آہ! یہ لوگ آداب دعا سے کیسے بے خبر ہیں نہیں جانتے کہ دعا کرنے والے اور کرانے والے کے لئے کیسی شرائط ہیں۔"

قبولیت دعا کے لئے بعض شرائط کا پورا ہونا

لازمی ہے وہ شرائط یہ ہیں:۔

۱۔ دعا کرنے والا کامل درجہ کا متقی ہو۔

۲۔ دعا کرنے والا دعا کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھے

۳۔ دعا کرانے والا نہایت صدق اور کامل اعتقاد کے ساتھ دعا کا خواہاں ہو۔

قبولیت دعا کی دو صورتیں ہوتی ہیں:۔

ایک دعا بطور ابتلاء قبول ہوتی ہے۔

ایک دعا بطور اصطفاء قبول ہوتی ہے۔

پہلی صورت میں نافرمانوں اور گنہگاروں کی دعا بھی قبول ہو جاتی ہے لیکن دوسری صورت میں ایسا نہیں بلکہ خالص مومن اور متقی شخص کی دعا قبول ہوتی ہے۔

دم عیسےٰ سے بھی بڑھکر ہو دعاؤں میں اثر
ید بیضا بنو۔ موسیٰ کا عصا ہو جاؤ

اس مضمون کو میں حضورؑ ہی کے الفاظ پر ختم کرتا ہوں۔ حضور جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اگر تم چاہتے ہو کہ خیریت سے رہو اور تمہارے گھروں میں امن رہے تو مناسب ہے کہ دعائیں بہت کرو اور اپنے گھروں کو دعاؤں سے پُر کرو۔ جس گھر میں ہمیشہ دعا ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ اسے برباد نہیں کرتا لیکن جو سستی میں زندگی بسر کرتا ہے اُسے آخر فرشتے بیدار کرتے ہیں۔ اگر تم ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بہت پکا ہے۔ وہ کبھی تم سے ایسا سلوک نہ کرے گا جیسا کہ فاسق فاجر سے کرتا ہے"۔

(ملفوظات جلد، صفحہ ۳۰۹)

اللہ تعالیٰ ہمیں حضورؑ کے ان ارشادات عالیہ پر پوری طرح عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین اللّٰھم آمین۔

کوٹھیاں - مکانات - دکانات پلاٹس
زرعی زمین کی تسلی بخش

خرید و فروخت

کیلئے
ہمیں خدمت کا موقع دیجئے
فون ۶۲۴۰۶

میاں اکبر علی پراپرٹی ڈیلر
۱۶ - نابھہ روڈ - لاہور

اعلان

نصرت آرٹ پریس گولبازار ربوہ جس میں عمدہ قسم کی پرنٹنگ کا مناسب انتظام ہے اور جہاں سلسلہ احمدیہ کی اردو - انگریزی اور عربی زبانوں میں کتب اور رسالہ جات شائع ہوتے ہیں۔ نیز لیٹر پیڈ اور تجارتی قسم کی اسٹیشنری بھی چھپتی ہے - ضرورت ہے کہ قوم کے اس پریس کو ربوہ سے باہر کے مخلصین جماعت بھی آرڈر بھجواتے رہیں۔ شکریہ۔

ملک بشارت احمد مینیجر نصرت آرٹ پریس ربوہ

نئی اور پرانی موٹر کاروں کی خرید اور فروخت کا مرکز

"لطیف موٹرز"

۲۴- میکلوڈ روڈ- لاہور

جہاں آپ اطمینان اور پوری تسلی کے ساتھ اپنی کار فروخت کر سکتے ہیں اور ضرورت کے مطابق نئی یا پرانی کار خرید بھی سکتے ہیں۔

میرے پیارے نوجوانو!

اللہ تعالیٰ ہر ہر قدم پر آپ کے حامی و ناصر ہوں پھر بھی خدا نخواستہ اگر آپ کسی الجھن یا بیماری میں مبتلا ہوں تو براہ کرم تفصیلی حالات لکھیں آپ کی ہر ممکن رہنمائی کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو صحت اور خوشیوں بھری کامیاب زندگی عطا فرمائیں اور احمدیت کے مضبوط اور دلکش ستون بننے کی سعادت بخشیں۔ ہمارا دواخانہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کا اپنے مبارک ہاتھوں قائم کردہ ہے جو ۱۹۱۱ء سے خلقِ خدا کی بے لوث خدمت کرتا چلا آرہا ہے۔

(جواب کیلئے جوابی لفافہ ضرور بھیجیں)

حکیم عبدالحمید مالک میسرز حکیم نظام جان اینڈ سنز گوجرانوالہ

چمڑہ کی مشہور و معروف دکان

"کانپور لیدر سٹور"

ہمارے ہاں سے ہر قسم کا چمڑہ اور شو میٹریل بازار سے بارعایت خریدیں۔

پروپرائٹر:- شیخ محمد یوسف اینڈ سنز

گول منشی محلہ۔ لائل پور

DAWOOD FERTILIZERS

داؤد کیمیاوی کھاد

شیخ محمد نعیم محمد وسیم

ڈیلرز داؤد کارپوریشن لمیٹڈ فرٹیلائیزرز
شعبہ کیمیاوی کھاد

ریلوے روڈ۔ ڈنیاپور (ملتان)

خالد میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

"شکور آپٹیکل"

نظر اور دھوپ کی عینکیں خریدنے کیلئے
آپ کی اپنی دُکان
بازار سے بارعایت خریدیئے
پروپرائٹر عبدالشکور دہلوی
کچہری بازار۔ سرگودھا

انگریزی ادویات و ٹیکہ جات
ہر قسم کنٹرول ریٹ پر اور بارعایت

بہتر تشخیص ——— مناسب علاج

"کریم میڈیکل ہال"

گول امین پور بازار
لائلپور

معیاری فوٹو گرافی کا مرکز

"تنویر سٹوڈیو ربوہ"

ڈویلپنگ۔ پرنٹنگ۔ انلارجنگ۔
کلرنگ۔ سٹیل فریم۔ فوٹو البم۔
فلمیں ہر قسم

بالمقابل ایوانِ محمود۔ ربوہ

Monthly KHALID Rabwah
REGD. No. L5830

Only Title printed at the Nusrat Art Press, Rabwah.

ORIENT